شہیدانِ روم

شہیدانِ روم

قدیم روم کی سرگذشت

ناشرین

مینارِ کُتب ۳۶ فیروز پور روڈ لاہور

سرورق ________ فاطر پرنٹرز، لاہور

بار ________ پنجم

تعداد ________ ایک ہزار

قیمت ________ ۱۲ روپے

سنہ ۱۹۹۳

مینیجر مسیحی اشاعت خانہ ۳۶ فیروز پور روڈ، لاہور نے طفیل آرٹ پرنٹرز، لاہور سے چھپوا کر شائع کیا۔

فہرست مضامین

صفحہ

پیش لفظ		۴
پہلا باب	رومی جشن پر کشت وخون	۶
دوسرا باب	فوجی افسروں کا کیمپ	۲۰
تیسرا باب	شاہراہ اپیان	۳۱
چوتھا باب	زمین دوز قبرستان	۴۰
پانچواں باب	مسیحوں کا راز	۵۰
چھٹا باب	گواہوں کا بادل	۶۰
ساتواں باب	ایمان کا اقرار	۸۳
آٹھواں باب	تہ خانوں میں گذرِ اوقات	۹۵
نواں باب	ایذا رسانی	۱۱۱
دسواں باب	گرفتاری	۱۲۱
گیارھواں باب	پیشکش	۱۳۱
بارھواں باب	پولیو کا مقدمہ	۱۴۲
تیرھواں باب	پولیو کی موت	۱۵۲
چودھواں باب	آزمائش	۱۶۱
پندرھواں باب	لوکلس	۱۷۲

پیشِ لفظ

زیرِ نظر کتاب بہت سال گذرے شائع ہوئی تھی۔ اس کی ایک جلد آج سے ایک سو سال پہلے ۱۸۷۶ء میں ایک ڈوبتے ہوئے بحری جہاز سے ملی تھی۔ یہ کتاب دوبارہ شائع کر کے اس اُمید کے ساتھ پیش کی جاتی ہے کہ ان آخری ایام میں اہل دین میں سے ہوشمند اور غافل دونوں کے سامنے اُن مُقدّسین کی سیرت کی تصویر کشی کی جائے جنہوں نے اپنے منجی یسوع مسیح کی خاطر بُت پرست رومیوں کے ہاتھوں نہایت شدید ایذا رسانی برداشت کی۔

نیز اُنہوں نے اس دور میں اپنے ایمان کی خاطر کیسی کیسی مصیبتوں کو جھیلا۔ ہمارا ایمان ہے کہ کلامِ مُقدّس کے مطابق یہ ایذا رسانی مستقبل میں پہلے سے بھی زیادہ شدید صورت میں دُہرائی جائیگی۔

خُدا کرے کہ یہ کتاب ہمیں اِس بات سے آگاہ کرے کہ ہمارا خداوند اگر اپنی آمدِ ثانی میں مزید تاخیر کرے تو عین ممکن ہے ہمیں بھی اُس کی خاطر ایسی ہی اذیتیں برداشت کرنی پڑیں۔

ہمارے سکولوں اور کالجوں میں فی زمانہ بائبل مُقدّس کا کوئی مقام نہیں۔ خاندانی عبادت کا معمول بھی نہیں رہا اور بشارت بھی قریب قریب ختم ہے۔ توبہ کی ترغیب اور بلاہٹ جو لودیکیہ کی کلیسیا کو دی گئی تھی آج نقّار خانے میں طوطی کی آواز معلوم ہوتی ہے۔

ایسے وقت میں شہیدوں کا لہو زمین سے پکار پکار کر ہر ملک کے مسیحیوں کو دعوتِ فکر و عمل دیتا ہے۔ ہم اُن کی دیرینہ پکار کو کان کھول کر سُنیں کہ

"آخداوند یسوع! جلد آ۔"

آیئے ہم ابتدائی کلیسیا کے اِن شہیدوں کی ثابت قدمی کو مشعلِ راہ بناتے ہوئے منجیٔ دو جہان کے ساتھ اپنی محبّت اور وفاداری کا نیا عہد باندھیں۔

پہلا باب

رومی جشن پر کشت و خون

رُوم میں کوئی جشن منایا جا رہا تھا۔ اسی تقریب کے سلسلے میں اُس کی ساری آبادی اپنے گھروں کی چار دیواری سے باہر اُمڈ پڑی تھی اور سب ایک ہی سمت کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے۔ ان کی منزل سُو دروازوں والی گول تماشا گاہ تھی۔ جہاں پہنچ کر وہ نظروں سے اوجھل ہو جاتے تھے۔

اس تماشا گاہ کے اندر عجب نظارہ تھا۔ ایک وسیع و عریض دنگل کے گرد اگرد نشستوں کے دائرے قطار در قطار نیچے سے اُوپر کو اُٹھتے چلے گئے تھے اور ان نشستوں کی بلندی بیرونی دیوار تک پہنچتے پہنچتے .. اٹھ ہو گئی تھی۔ اس وقت تمام کی تمام نشستیں تماشائیوں سے پُر تھیں۔ ہر طبقے اور ہر عمر کے لوگ نظر آ رہے تھے۔ قطار اندر قطار سخت گیر چہروں کا اتنا بڑا ہجوم دیکھنے والے کو مرعوب کئے دیتا تھا۔ اس تماشا گاہ میں اس وقت ایک لاکھ سے زائد لوگ ایک جذبے کے تحت موجود تھے، اور یہ جذبہ خونریزی کا تماشا دیکھنے کی خواہش کے سوا اور کچھ نہ تھا۔

تماشا گاہ کی سب سے نمایاں جگہ میں شہنشاہ ویسپیسس کی نشست تھی۔ اُس کے دائیں بائیں دونوں طرف روم کے ممتاز عہدہ دار اور معزز شہری بیٹھے ہُوئے تھے۔ اِن ہی کے درمیان شہنشاہ کی محافظ سپاہ کے افسرانِ اعلےٰ بھی تھے جو دنگل کے خونریز تماشے پر اپنی ماہرانہ تنقید کرتے جاتے تھے۔ اُن کا شاندار لباس، ہلکا پھلکا خوش باش اندازِ گفتار اور اُن کے چٹکلے اور قہقہے گرد و پیش بیٹھنے والوں کی توجہ کا مرکز بنے ہوئے تھے۔

اِن تماشائیوں میں بڑے بڑے جنگی سُورما بھی تھے جنہوں نے میدانِ جنگ میں اپنے لئے نام پیدا کیا تھا، تاہم وہ اِس وقت یہ بُزدلانہ مناظر دیکھ کر کوئی پشیمانی محسوس نہ کرتے تھے۔ قدیم اور نامور رومی گھرانوں کے شرفاء بھی موجود تھے لیکن اُنہیں بھی اس خوفناک کُشت و خون کا نظارہ کرنے میں کوئی عار نہ تھا۔ غرض ملک کے فلاسفر، شاعر، پروہت، حاکم، ادنیٰ اور اعلیٰ سب ہی یہاں حاضر تھے اور سب ہی ان خُونی مناظر کو دیکھ کر یکساں لطف اندوز ہو رہے تھے۔

آہ! رُومیوں کو اپنی تہذیب و تمدّن پر کتنا ناز تھا۔ لیکن ظلم و ستم کے یہ خونریز تماشے اس تہذیب کی اخلاقی گراوٹ کی افسوسناک تشریح تھے۔ ایسی صورت میں روم کے لئے کیا اُمید ہو سکتی تھی!

تماشا گاہ میں پروگرام کی ابتدا ہو چکی تھی۔ کئی قسم کے ابتدائیہ مناظر کے بعد لڑائیوں کے مقابلے شروع ہوئے۔ بہت سے پہلوانوں نے کشتی کے کمال دکھائے اور اپنے حریف کو جان سے مار کر دم لیا۔ ان مقابلوں کا مقصد تماشائیوں کو اُکسانا تھا کہ وہ آئندہ ہونے والے خونریز مقابلوں کا

بے تابی سے انتظار کریں۔

ایک افریقی پہلوان نے تماشائیوں سے خاص طور پر خراج تحسین حاصل کیا۔ وہ خوب لمبا تڑنگا اور قوی ہیکل تھا۔ اُس میں جسمانی طاقت اور فنی مہارت دونوں بدرجۂ اتم موجود تھیں اور اُسے اپنی چھوٹی تلوار کے استعمال میں کمال حاصل تھا۔ وہ اب تک اپنے ہر حریف کو قتل کر چکا تھا۔

اب اُس کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے بتاویہ کے پہلوان کو بھیجا گیا۔ وہ قد و قامت کے لحاظ سے افریقی پہلوان کے لئے برابر کی چوٹ تھا تاہم وہ دونوں آمنے سامنے کھڑے ایک دوسرے سے بہت مختلف نظر آتے تھے۔ حبشی پہلوان کی آنکھیں اور رنگت سیاہ اور بال گھنگھریالے تھے، جب کہ تباویہ کے پہلوان کی آنکھیں سرمئی، رنگت گوری اور بال سنہری تھے۔ اِن دونوں کے درمیان مقابلہ بڑا دلچسپ اور ولولہ انگیز تھا۔ دونوں اپنی طاقت اور فنی مہارت میں اِس قدر ہم پلہ تھے کہ یہ کہنا مشکل تھا کہ کون جیتے گا۔ لیکن چونکہ افریقی پیشتر ازیں کئی مقابلے لڑ چکا تھا اس لئے یہ امر قرینِ قیاس تھا کہ تھکان کے باعث وہ دوسرے سے مات کھا جائے۔ دونوں اُس وقت جی توڑ کر لڑ رہے تھے۔ گورے شخص نے کئی دفعہ بھرپور وار کیا مگر افریقی اپنی فنی مہارت کے باعث اپنا بچاؤ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ افریقی اگر تنومند اور پھرتیلا تھا تو اُس کا حریف اُتنا ہی بیدار مغز اور خبردار، لہٰذا ہار جیت کا فیصلہ نہ ہو سکا۔

آخر کار اُنہیں لڑائی بند کرنے کا اشارہ دیا گیا اور محافظ اُنکو دنگل سے باہر لے گئے۔ لیکن یہ اقدام اُن کی اعلیٰ کارکردگی کے صلے میں یا اُنکی تھکان کی

رعایت سے نہیں کیا گیا تھا بلکہ اِس لئے کہ اُنہیں عوام کو خوش کرنے کے لئے تھوڑی دیر بعد مناسب موقع پر پھر لڑایا جائے۔

اس کے بعد بہت سے آدمیوں کو دنگل میں لایا گیا۔ اِن سب کے پاس بھی چھوٹی چھوٹی تلواریں تھیں۔ دنگل میں داخل ہوتے ہی انہوں نے حملہ کر دیا۔ یہ فریقین کا مقابلہ نہیں تھا بلکہ عام لڑائی تھی جس میں ہر فرد اپنے پاس کھڑے فرد کا مخالف تھا۔ ایسے مناظر سب سے زیادہ خونریز اور ولولہ خیز ہوتے تھے اور اِس قسم کی لڑائیوں میں کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ آدمیوں کا صفایا ہو جاتا تھا۔ اَب یہ پانچ سو نوجوانوں جو اپنی طاقت اور جوانی کے عین جوبن پر تھے ایک دوسرے کو قتل کرنے کی سعی میں بے طرح گڈمڈ ہو گئے تھے۔ کبھی وہ ایک ہی جگہ ایک دوسرے پر آ گرتے تو کبھی وُہ لڑتے لڑتے دو دو کے جوڑوں میں بٹ کر دنگل میں پھیل جاتے، جب کہ اُن کے ساتھیوں کی لاشیں اُن کے پاؤں میں گاجر مُولی کی طرح کٹی پڑی ہوتی تھیں۔

دو دو کے مقابلوں کے فاتح پھر ایک دوسرے کے خلاف ایک جگہ جمگھٹا بنا کر دوبارہ لڑنے لگتے۔ اب پانچ سو جوانوں میں سے گِنتے مَرتے صرف سو آدمی باقی رہ گئے۔ اور یہ بھی زخمی اور تھکان سے چُور تھے۔ وُہ مزید مقابلہ کی تاب نہ رکھتے تھے۔

تب منتظمین کے ایما پر دو آدمی مقابل سمت سے اکھاڑے میں کُود پڑے۔ یہ دو شخص وہی افریقی پہلوان اور اُسکا حریف بناوٹی پہلوان تھے جو اِس سے تھوڑی دیر پہلے ایک دوسرے کا مقابلہ کرتے رہے تھے۔ اِن دونوں نے تازہ دم ہو کر زخموں سے چُور افراد پر دھاوا بول دیا، جن میں نہ متحد ہو کر لڑنے کی

ہوئے اُس کی طرف لپکا۔ آخرکار شیر اُس سے کچھ فاصلے پر گھات کے انداز میں اکڑوں بیٹھ گیا۔ یکایک اُس نے چھلانگ لگائی۔ لیکن میجر اس کے لئے تیار تھا۔ بجلی کی سی پھرتی کے ساتھ وہ بائیں طرف ہٹ گیا اور جونہی شیر زمین پر گرا اُس نے اپنی تلوار سیدھی اُس کے دل میں گھونپ دی۔ شیر کا تن سر سے پاؤں تک کپکپا اُٹھا۔ وہ آخری دفعہ گرجا مگر یہ آواز شیر کی گرج کی بجائے انسانی چیخ سے زیادہ نہ تھی۔ اِس کے بعد وہ ریت پر گر پڑا اور اُس کا دم نکل گیا۔

ایک دفعہ پھر تماشا گاہ تالیوں کے زور سے گونج اُٹھی۔

"کمال کر دیا"۔ مارسلس پکار اُٹھا "مَیں نے اِس سے پیشتر کسی میں اتنی جرأت اور اتنی فنی مہارت نہیں دیکھی۔"

"اس میں شک نہیں کہ وہ اپنی ساری عمر لڑتا رہا ہے" اُس کے دوست نے اپنی رائے دی۔

جب شیر کی لاش اُٹھوا دی گئی تو جنگلے کا دروازہ پھر کھلا۔ اس مرتبہ شیر ببر کے ساتھ قسمت آزمائی تھی۔ شیر آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور ادھر اُدھر گویا حیرت سے نگاہ ڈالی۔ یہ درندہ اپنی نسل کے شیروں میں سے جسامت میں سب سے زیادہ بڑا تھا اور اُسے عرصے سے کسی باہر لڑکے سے مقابلے کے لئے محفوظ رکھا تھا۔ یُوں معلوم ہوتا تھا کہ یہ شیر ببر پہلے والے شیر کی طرح کے دو جانوروں سے بیک وقت نپٹ سکتا ہے۔ قوی ہیکل میجر تو اُس کے سامنے بچہ نظر آتا تھا۔ اِس شیر ببر کو دیر سے بھوکا رکھا گیا تھا تاہم وہ پہلے شیر کی مانند غضبناک دکھائی نہیں دیتا تھا۔ اُس نے دنگل کی دیوار کے ساتھ ساتھ پورا چکر لگایا گویا فرار کی راہ تلاش کر رہا

ہو لیکن ہر راستہ کو بند پا کر وہ واپس درمیان میں آ گیا اور فرش کے ساتھ منہ لگا کر اس زور سے دھاڑا کہ تماشا گاہ کی بنیادیں ہل گئیں۔

لیکن اس جگہ پاش گیرج کا میتھر پر کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ تلوار ہاتھ میں لئے چوکنا کھڑا تھا۔ آخر وہ لمحہ آیا جب شیر پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہوا اور وحشی درندہ اور انسان آمنے سامنے کھڑے ایک دوسرے کو گھورنے لگے۔ لیکن حیرت کی بات یہ تھی کہ انسان کی پُر اطمینان نگاہ سے شیر غضبناک ہو گیا۔ وہ پیچھے کو ہٹا۔ اس کی دُم اور اس کے جسم کے سارے بال اوپر کو اٹھے ہوئے تھے۔ اس نے گردن کے بالوں کو زور سے جنبش دی اور اپنے حریف سے کچھ فاصلے پر گھات لگا کر بیٹھ گیا۔ تماشائیوں کا جم غفیر سکتے کے سے عالم میں کھڑا ہو گیا کیونکہ یہ ولولہ خیز منظر ان کی طبع کے عین مطابق تھا۔ اچانک انہوں نے شیر کے بھورے جسم کو فضا میں ابھرتے دیکھا۔ مگر تماشا گر نے جو اس چھلانگ کے لئے بالکل تیار ایک طرف ہٹ کر حسب سابق ضرب لگانے کی کوشش کی۔ اب کی مرتبہ نشانہ چوک گیا۔ تلوار شیر کی پسلی پر لگی اور اس پر طرہ یہ کہ تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے جا پڑی۔

شیر کو معمولی زخم آیا تھا لیکن اس کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ وہ انتہائی غضبناک ہو کر اس کی طرف جھپٹا۔ نہتا میتھر اب صرف اپنا بچاؤ کر سکتا تھا اور شیر کے ہر حملے سے پھرتی سے ہٹ کر اس کا وار روکتا رہا۔ میتھر کی ہر حرکت بجلی کی تلی اور بجلی کے تحت تھی کہ کسی طرح وہ اس جگہ پہنچے جہاں تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی تھی۔

آخر کار وہ وہاں پہنچے اور وہ اسے ہاتھ میں لینے میں کامیاب ہو گیا۔ اب وہ اپنی آزمودہ تلوار کو ہاتھ میں لے کر اپنے حریف کے حملے کا انتظار کرنے لگا۔ شیر

ببر پہلے کی طرح اُس پر جھپٹا۔ اِس مرتبہ میصر کا نشانہ ٹھیک بیٹھا۔ شیر کا قوی جسم درد سے بلبلا اُٹھا۔ وہ اگلے ہی لمحے اُٹھ کر بے خبری سے جنگلے کے اُس دروازے کی طرف بھاگا جس سے وہ داخل ہُوا تھا۔ وہاں پہنچ کر اُس کی طاقت جواب دے گئی اور اُس نے دروازے کے سامنے دھم سے گر کر دم توڑ گیا۔

اب ملازم میصر کو دنگل سے باہر لے گئے اور اس کی جگہ تباوی دوبارہ دنگل میں آ کھڑا ہُوا۔ یہ اِس لئے کیا گیا تھا کہ رومی لوگ نئے سے نئے منظر دیکھنے کے شوقین تھے۔ اُس کا مقابلہ ایک چھوٹے شیر سے ہُوا جسے اُس نے جلد ہی ٹھکانے لگا دیا۔ پھر ایک اور شیر ببر لایا گیا۔ یہ اپنی عام جسامت کے باوجود نہایت وحشتناک تھا مگر جلد ہی یہ امر واضح ہو گیا کہ یہ تماشا گر میصر کے پاسے کا نہیں۔ شیر نے چھلانگ لگائی اور ضرب کھائی لیکن دوسرے حملہ میں اُس نے حریف کو دبوچ لیا اور اُسے تِکا بوٹی کر ڈالا۔

پھر میصر کو بُلایا گیا جس نے بطور سابق باسانی شیر کو مار ڈالا۔ اب میصر دنگل کے درمیان میں بحیثیت فاتح کھڑا تھا۔ لوگ اُس کی شجاعت اور فنی مہارت پر عش عش کر اُٹھے۔ تالیوں کے شور نے آسمان سر پر اُٹھا لیا لیکن تالیوں کی گونج ابھی ختم بھی نہ ہُوئی تھی کہ مقابل سمت سے ایک اور شخص دنگل میں داخل ہُوا۔ یہ وہی افریقی تھا۔ اُس کے زخمی بازو کی مرہم پٹی نہ کی گئی تھی۔ وہ لہو سے لت پت بے جان سا اُس کے پہلو میں لٹک رہا تھا۔ وہ درد کی حالت میں لڑکھڑاتے ہوئے آگے آیا۔ رومی جانتے تھے کہ اُسے مارے جانے ہی کو بھیجا گیا ہے۔ اور وہ بدنصیب خود بھی اس امر سے آگاہ تھا۔ کیونکہ اپنے حریف کے نزدیک آنے پر اُس نے اپنی تلوار کو زمین پر پھینک دیا اور بولا

"جلدی کرو۔ مجھے مار ڈالو اور درد سے رہائی دلاؤ۔"

لیکن تماشائی یہ دیکھ کر دنگ رہ گئے کہ میصر نے پیچھے ہٹ کر اپنی تلوار زمین پر پھینک دی اور دونوں ہاتھ بڑھا کر شہنشاہ کی سمت نگاہ اٹھا کر یوں التجا کی۔

"اے عظیم شہنشاہ! میں جنگلی درندوں سے لڑنے کو تیار ہوں مگر اپنے ساتھی انسان کے خلاف ہاتھ نہیں اٹھا سکتا۔ میں مسیحی ہوں۔ مجھے موت منظور ہے مگر قتل کرنا گوارا نہیں۔" اس پر تماشائی طیش میں آکر طرح طرح کے آوازے کسنے لگے اور کہرام سا مچ گیا۔ مارسلس نے کہا

"کیا کہہ رہا ہے؟ مسیحی ہے؟ کب سے؟"

لوکلس نے جواب دیا "میں نے سنا تھا کہ بعض مسیحی اس کی کوٹھڑی میں اس سے ملاقات کرنے آتے رہے ہیں۔ وہ ان کی باتوں میں آکر ان کے فرقے میں شامل ہو گیا ہوگا۔ یہ لوگ پرلے درجے کے ذلیل انسان ہیں۔ ہاں غالباً وہ مسیحی ہے۔"

"اور کہا وہ لڑنے کی بجائے موت قبول کرے گا؟"

"ان تعصب زدوں کا یہی حال ہے۔"

عیش پسند تماشائی اب حیرت زدہ نہیں بلکہ غضبناک ہو گئے تھے۔ وہ اس بات پر تلملا اٹھے تھے کہ اس تماشا گر نے انہیں تفریح مہیا کرنے سے انکار کی جرأت کیسے کی! لوگوں کے جذبات کو بھانپ کر محافظ میصر کی طرف دوڑے اور اس سے کہا کہ تجھے ضرور لڑنا پڑے گا۔ ایک طرف جتنا اصرار تھا دوسری طرف اتنا ہی پُرزور انکار۔ میصر اپنے فیصلے سے ٹس سے مس نہ ہوا۔ وہ خالی ہاتھ افریقی کی طرف بڑھا جسے وہ اپنی مٹھی کی ایک ہی ضرب سے ہلاک کر سکتا تھا۔ افریقی کا چہرہ حیرت، خوشی اور فتح کے خیال سے شیطان کی طرح مکروہ دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے اپنی تلوار کو مضبوطی سے میصر کے

سینے میں گھونپ دیا۔

آواز آئی "خداوند یسوع میری رُوح کو قبول کر۔"

یہ لفظ خون کے فوارے میں ڈوب گئے اور یہ دلاور گواہ اس جہاں سے رحلت کر کے شہیدوں کی صف میں جا کھڑا ہُوا۔

مارسلس بولا "کیا اِس قسم کے نظارے اکثر دیکھنے میں آتے ہیں؟"

"ہاں اکثر۔ جب بھی مسیحی لوگ دنگل میں لائے جائیں ایسا ہی تماشا ہوتا ہے۔ یہ لوگ درندوں سے جان لڑا سکتے ہیں، یہاں تک کہ اِن کی جوان لڑکیاں بھی چُپ چاپ شیر چیتوں کے سامنے جا کھڑی ہوتی ہیں۔ مگر ان پاگلوں میں سے کوئی آدمی دوسرے آدمی کے ساتھ لڑنے کو تیار نہیں ہوتا۔ اِس میں شک نہیں کہ عوام میسّر کی اِس حرکت سے بڑے مایوس ہُوئے ہیں۔ وہ تماشہ گروں میں سب سے زیادہ ماہر اور سب سے زیادہ دلاور تھا۔ مسیحیت کو اختیار کرنے میں اُس نے انتہائی حماقت کی ہے۔"

"تاہم یہ مذہب یقیناً قابلِ تعریف ہے جو ایک حقیر تماشہ گر کو اِس قدر بلند کردار بنا سکتا ہے۔"

"خیر تمہیں اِس فرقے کے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کا بڑا موقع ملے گا۔"

"کیوں؟"

"کیا تم نے نہیں سُنا کہ مسیحیوں کو تلاش کرنے کی ذمہ داری تمہارے سپرد ہُوئی ہے؟ وہ پرانے زمین دوز قبرستان میں چھُپے ہُوئے ہیں اور ضرور ہے کہ اُنہیں ڈھونڈ نکالا جائے۔"

"کیا وہ پہلے ہی خاصی سزا نہیں پا چکے؟ آج صبح ہی اُن میں سے بچا اس

کو جلا کر راکھ کر دیا گیا۔

"اور گذشتہ ہفتے پورے شہر کے سر قلم کر دیئے گئے۔ لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ شہر اُن سے پٹا پڑا ہے۔ جب سے یہ مسیحی منظر پہ آئے ہیں ہماری سلطنت کا زوال شروع ہو گیا ہے لہٰذا شہنشاہ نے اُن کو ملیا میٹ کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔ یہ لعنتی اسی سلوک کے مستحق ہیں۔ یہاں تم بھی جلد ہی یہ ساری باتیں سمجھ جاؤ گے۔[1]"

مارسلس نے انکساری سے کہا "مجھے روم میں زیادہ دیر رہنے کا موقع ہی نہیں ملا کہ یہ سب باتیں جان سکوں اور مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ مسیحیوں کا عقیدہ کیا ہے۔ میں نے یہی سنا ہے کہ ہر قسم کے جرم کو اُن سے منسوب کر دیا جاتا ہے۔ خیر جیسا تم ابھی کہہ رہے تھے مجھے یہ سب معلوم کرنے کا موقع ملے گا۔"

اب اُن کی توجہ ایک اور منظر کی طرف ہو گئی۔ ایک عمر رسیدہ آدمی اکھاڑے میں چلا آ رہا تھا۔ بڑھاپے کے باعث اُس کا جسم جھکا ہوا اور اُس کے بال چاندی کی طرح سفید تھے۔ تماشائیوں نے مذاقیہ قہقہوں سے اُس کا خیر مقدم کیا حالانکہ اُس کا باوقار چہرہ اور رفتار فقط ادب و لحاظ کے جذبات کو بیدار کرتے تھے۔ ٹھٹھوں کی آواز سن کر اُس نے اپنا سر تماشائیوں کی طرف اُٹھا کر الفاظ کہے۔ مارسلس بولا "یہ کون ہے؟"

"یہ مسیحیوں کے نقرتی فرقے کا ایک استاد ہے۔ اِس کا نام سکندر ہے۔ یہ اتنا ضدی ہے کہ کسی طرح اِس دین کے انکار پہ آمادہ نہیں ہوتا۔"

---

[1] یہ ایذا رسانی ۲۴۹ تا ۲۵۱ء میں شہنشاہ ڈیسیئس کے عہد میں ہوئی۔

"ذرا سنو وہ کچھ کہہ رہا ہے۔"

اس بزرگ آدمی نے کہا "رومیو! میں مسیحی ہوں۔ میرے خداوند نے میرے لئے جان دی اور میں خوشی سے اُس کے نام کی خاطر اپنی جان قربان کرتا ہوں۔"

تب اُس کی آواز تماشائیوں کے ہجوم کے طعنوں میں ڈوب کر رہ گئی۔ اُن کا شور و غوغا ابھی جاری تھا کہ تین چیتے کودتے ہوئے اُس کی طرف آئے۔ وہ آسمان کی طرف نگاہ اُٹھائے دست بستہ کھڑا تھا۔ اُسکے ہلتے لب اِس امر کے شاہد تھے کہ وہ دُعا کر رہا ہے۔ وہ اِسی حالت میں کھڑا تھا کہ وحشی درندے اُس پر ٹوٹ پڑے اور چند ہی لمحوں میں اُسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

اب دیگر بہت سے جنگلی جانوروں کو دنگل میں چھوڑ دیا گیا۔ وہ غصّے سے چنگھاڑتے ہوئے تماشائیوں اور اپنے درمیان حائل دیوار کی طرف چھلانگیں مارنے لگے۔ پھر مایوس ہو کر ایک دوسرے کو کاٹنے اور بھنبھوڑنے لگے۔ یہ بڑا بھیانک منظر تھا۔

اتنے میں اِن کے درمیان قیدیوں کے ایک بیکس گروہ کو دھکیل دیا گیا۔ یہ جوان سال لڑکیاں تھیں۔ یہ نظارہ دردناک تھا کہ اگر کسی دِل میں رتی بھر رحم ہوتا تو اِس منظر پہ بچے کی طرح رو اُٹھتا مگر روم کے اس بے درد شہر میں رحم کی گنجائش کہاں تھی۔ پہلے تو یہ بے چاری لڑکیاں موت کو اتنے ہولناک انداز میں اپنی طرف آتا دیکھ کر سہم گئیں مگر چند لمحوں بعد ہی ایمان کی قوت نے اُنہیں تمام خوف سے بے نیاز کر دیا۔ انہوں نے اپنے حوصلے کو بلند کرنے کی غرض سے ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑ لئے اور اپنی نگاہیں آسمان کی طرف

اُٹھا کر ایک نہایت سنجیدہ اور شیریں نغمہ الاپنا شروع کیا۔ ہر لفظ صفائی سے سُنائی دے رہا تھا:

"جو ہم سے محبت رکھتا ہے
اور جس نے اپنے خون کے وسیلہ سے ہم کو گناہوں سے خلاصی بخشی۔
اور ہم کو ایک بادشاہی دے کر اپنے خدا اور باپ کے لئے کاہن بھی بنا دیا،
اُس کا جلال اور سلطنت ابدالآباد رہے"۔ آمین۔

پھر گانے کی یہ آوازیں یکے بعد دیگرے خون، جانکنی اور بالآخر موت میں ختم ہو گئیں۔ درد کی چیخیں حمد کی للکار کے ساتھ جا ملیں، اور اِن قبول صورت دوشیزاؤں کی روحیں جو موت تک وفادار رہی تھیں اِس جہان سے پرواز کر گئیں تاکہ دوسرے جہان میں جا کر مسیحؑ کی حمد و ثنا میں فرشتوں کے ساتھ ہم آواز ہو جائیں۔

دُوسرا باب

فوجی افسروں کا کیمپ

مارسلّس ہسپانیہ میں پیدا ہُوا اور اُس کی پرورش رومی فوج کے کڑے قوانین وضوابط کے مطابق کی گئی تھی۔ وہ اپنی فوجی ملازمت کے سلسلے میں افریقہ۔ شام اور برطانیہ میں تعینات رہ چکا تھا، جہاں اُس نے نہ صرف میدانِ جنگ میں ہی نام پیدا کیا بلکہ وہ فوجی کیمپ میں بھی اپنی ہُنرمندی کے بل بوتے پر امتیازی حیثیت حاصل کر چکا تھا۔ شہنشاہ کو اُسکی کارکردگی اور اُس کا انداز اور کردار ایسا پسند آیا کہ جلد ہی اُسے فوجی کونسل کے ایک اعلیٰ عہدے پر فائز کر دیا گیا۔

روم میں آنے کے جلد بعد ہی اُس کا تعارف لوکلّس نامی ایک جوان مرد فوجی افسر سے ہُوا۔ یہ شخص ایک قدیم اور معزز رومی خاندان کا چشم وچراغ تھا۔ اُسے بیرونِ ملک جانے کا اتفاق نہ ہُوا تھا بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اُس نے کبھی روم سے باہر قدم نہ رکھا تھا۔ شہنشاہ کی طرح اُسے بھی مارسلّس کی مخلص طبع اور صاف گوئی کی عادت بہت بھائی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ جلد ہی وہ دونوں جگری دوست بن گئے تھے۔ اُس کا خیال تھا کہ روم کے متعلق گہری واقفیت رکھنے کے باعث وہ بعض معاملات میں اپنے دوست کی مدد بھی کر سکے گا اور چونکہ پرتوریان کیمپ یعنی فوجی افسروں کے ایک ہی

کیمپ میں قیام کرتے تھے اس لئے اِن کی دوستی اور رفاقت اور بھی بڑھ گئی ہے۔

افسروں کا یہ کیمپ شہر پناہ کے قریب ہی واقع تھا اور خود بھی علیٰحدہ دیوار سے گھرا تھا۔ یہاں سپاہی دیوار کے اندر بنے ہوئے چھوٹے چھوٹے آرام دِہ کمروں میں رہائش کرتے تھے۔ اس سپاہ کے ارکان کا انتخاب بڑی چھان بین کے بعد کیا جاتا تھا۔ وہ پایۂ تخت میں اپنے تقرر کے باعث خاصے اثر و رسوخ اور اختیار کے مالک تھے۔ وہ حکومت کی ساری کارگذاری پر چھائے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ اِس سپاہ میں کسی کا اعلےٰ عہدے پر تقرر اس کے تابناک مستقبل کی واضح دلیل تھی۔ لہٰذا مارسلس بھی یقینی طور پر شاندار مستقبل کی توقع کر سکتا تھا۔ مزید ترقی اور اعزازات کے لئے اُس کی راہ ہموار ہو چکی تھی۔

تماشا گاہ میں جشن کے دوسرے دن لوکلس اپنے دوست مارسلس کے کمرے میں آیا۔ علیک سلیک کے بعد جلد ہی وہ دونوں اُن مقابلوں کا ذکر کرنے لگے جو اُنہوں نے گذشتہ دن تماشا گاہ میں دیکھے تھے جہاں جانے کا مارسلس کو زندگی میں پہلی مرتبہ اتفاق ہوا تھا۔

مارسلس لڑائیوں کے متعلق تبادلۂ خیالات کرتے ہوئے بولا

"سچ پوچھو تو ایسے مناظر میرے مزاج کے مطابق نہیں۔ دو تربیت یافتہ اور آزمودہ کار اشخاص کے مقابلے کو دیکھنے میں تو کوئی عار نہیں مگر کل جیسا قتل و خون تو قابلِ نفرت اور بزدلانہ حرکت ہے۔ بھلا میسر کو کیوں قتل کیا گیا؟ وہ شیر دل آدمی تھا جس کی ہمت و شجاعت کی میں قدر کرتا ہوں۔ خیر وہ تو پھر بھی مرد تھا مگر کمسن بچوں اور بوڑھے کمزور آدمیوں

کو کیوں جنگلی جانوروں کے حوالے کیا گیا؟"

"یہ قانون کے مطابق ہے کیونکہ وہ مسیحی ہیں۔"

"ہمیشہ اسی جواب سے ٹال دیا جاتا ہے کہ وہ مسیحی ہیں۔ آخر انہوں نے کیا کیا ہے؟ میں نے دنیا کے کئی حصّوں میں مسیحیوں کو دیکھا ہے، مگر انہیں دنگا فساد میں حصّہ لیتے نہیں دیکھا۔"

"وہ بنی نوع انسان کی بدترین قسم اور نسلِ انسانی کیلئے کلنک کا ٹیکہ ہیں!"

"کہنے کو تو سب لوگ ہی کہہ دیتے ہیں مگر میں پوچھتا ہوں کہ کیا کسی کے پاس ایسی رائے قائم کرنے کا کوئی جواز بھی ہے؟"

"جواز! ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔ میاں اُن کا جُرم یہ ہے کہ وہ درپردہ مُلک کے مذہب اور اُسکے قوانین کے خلاف سازش کرتے ہیں، اور ہماری رسُوم کیخلاف اُنکے دل میں اِس قدر گہری اور شدید نفرت ہے کہ وہ ہماری عبادت گاہ میں قربانی چڑھانے کی بجائے مرجانے کو ترجیح دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں ایک مصلوب یہودی کے سوا کسی کو اپنا شاہ تسلیم نہیں کرتے اور اُن کا عقیدہ ہے کہ وُہ مصلوب یسوع اب تک زندہ ہے۔ ہمارے لئے جو کینہ و کدورت اُن کے دل میں ہے وہ اِس امر سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ وہ کہتے رہتے ہیں کہ تم لوگ دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ تک عذاب اُٹھاتے رہو گے۔"

"ممکن ہے تمہاری باتیں حقیقت پر مبنی ہوں، لیکن میں اُن کے متعلق کچھ نہیں جانتا اور نہ فی الحال وثوق سے کچھ کہہ سکتا ہوں۔"

"خیر تم پر بھی ان کی حقیقت جلد ہی کھُل جائے گی۔ شہر اُن سے پٹا پڑا ہے۔ مارسلس میرے الفاظ پر غور کرو اور بتاؤ کہ یہ جا بجا بغاوت، ہماری سلطنت کی حدود میں کمی اور زوال کس وجہ سے ہے؟ غور طلب امر یہ ہے کہ یہ سب

باتیں مسیحیوں کی روز افزوں ترقی کیساتھ ساتھ سر اُٹھا کر زور پکڑ رہی ہیں۔ کیا تم ان دونوں میں کوئی تعلق نہیں دیکھ سکتے؟ میں پوچھتا ہوں ان قباحتوں کا موجب اگر یہ مسیحی فرقہ نہیں تو اور کون ہے؟"

"اور میں پوچھتا ہوں کہ اُن کا ان سب اُمور میں کیا حصّہ ہے؟ اس سلسلے میں وہ کونسا حربہ استعمال کر رہے ہیں؟"

"اپنی تعلیمات اور اعمال کا حربہ۔ وہ کہتے ہیں کہ لڑائی کرنا غلط ہے۔ سپاہی ذلیل ترین انسان ہیں اور یہ کہ ہمارا جلیل القدر مذہب جس کے تحت ہم صدیوں خوشحال رہے ہیں لعنتی ہے اور ہمارے غیر فانی دیوتا ملعون شیطان ہیں۔ وہ اپنی تعلیمات سے تہذیب اور اخلاق پر مبنی رسم و رواج کو توڑ دینا چاہتے ہیں۔ اپنی نجی زندگی میں وہ نہایت نفرتی جرائم کے مرتکب ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ سب سے الگ تھلگ رہتے اور خفیہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود بعض اوقات لوگوں کے کانوں میں اُن کے خبیث خطبے اور نفس پرست گانوں کے الفاظ پڑ ہی گئے ہیں۔"

"اگر جو کچھ تم کہتے ہو سچ ہے تو معاملہ خاصا سنگین ہے اور یہ لوگ سخت سزا کے حقدار ہیں۔ مگر تمہارے بیان کے مطابق وہ دوسروں سے علیٰحدہ ہی رہتے ہیں اور اُنکے متعلق زیادہ علم نہیں۔ تم ہی کہو کہ کیا وُہ لوگ جن کو کل موت کے گھاٹ اُتارا گیا تھا اپنے چہرے بشرے سے ایسے معلوم ہوتے تھے؟ کیا اُس عمر رسیدہ شخص کو دیکھنے سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ اُس نے اپنی زندگی بد اعمالی میں گذاری ہے؟ کیا وہ قبول صُورت کمسن لڑکیاں شیروں کے حملے کا انتظار کرتے ہوئے نامناسب گانے گا رہی تھیں؟" مارسلس نے دھیمی آواز میں وہی الفاظ دُہرائے:

"جو ہم سے محبّت رکھتا ہے

اور جس نے اپنے خون کے وسیلہ سے ہم کو گناہوں سے خلاصی بخشی۔"
لوکلس نے کہا "میرے دوست، میں اعتراف کرتا ہوں کہ مجھے اُن کا بڑا افسوس ہے۔"

"اگر میں رومی سپاہی نہ ہوتا" مرسلس نے جواب دیا "تو ضرور رو پڑتا۔ لوکلس، تم خود کہتے ہو کہ تم نے یہ سب کچھ اُن سے سُنا ہے جو خود بھی صحیح طور پر نہیں جانتے اور وثوق سے کچھ کہہ سکتے ہیں۔ تم اُنہیں ذلیل، بدکار بلکہ زمین کا کوڑا قرار دیتے ہو مگر میری نگاہیں تصویر کے دوسرے رُخ پر ہیں، اور وہ یہ کہ جب وہ موت کو اپنی تمام تر ہولناکیوں کے ساتھ اپنی طرف بڑھتے دیکھتے ہیں تو وہ اُس کا پُروقار انداز میں دلیری سے خیر مقدم کرتے ہیں۔ میری دانست میں ایسی عقیدت جس کا کل مسیحیوں نے مظاہرہ کیا روم کی پوری تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ تم کہتے ہو کہ وہ سپاہیوں سے نفرت کرتے ہیں لیکن وہ خود سپاہیوں سے کہیں زیادہ دلیر ہیں۔ تم کہتے ہو کہ وہ غدار ہیں تاہم وُہ قانون کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔ تم کہتے ہو کہ وہ ناپاک ہیں تاہم اگر کوئی شخص زمین پر پاکیزگی کا دعویٰ کر سکتا ہے تو اِس کا حق اُن معصوم کنواریوں کو پہنچتا ہے جنہوں نے کل آسمان کی طرف نگاہ اُٹھا کر نغمہ الاپتے ہوئے اپنی جان دے دی۔"

"تمہیں اُن اچھوتوں کا بہت خیال ہے"۔ لوکلس نے کہا۔

"نہیں، لوکلس، میں فقط حقیقت کو جاننا چاہتا ہوں۔ جب سے مَیں نے ہوش سنبھالا ہے مَیں اُن کے متعلق ایسی رپورٹیں ہی سُنتا آیا ہوں، لیکن کل پہلی مرتبہ مجھے خیال آیا کہ یہ رپورٹیں غلط بھی ہو سکتی ہیں۔ میں نے تم سے حقائق کو دریافت کرنے کی مخلصانہ کوشش کی ہے لیکن تمہاری معلومات

بھی محض قیاس پر مبنی ہیں..... ہاں دنیا میں جہاں کہیں مسیحی ہیں وہ دیانتدار اور صلح کل ہیں۔ وہ ہنگاموں میں حصّہ نہیں لیتے۔ میرا خیال ہے کہ جن جرائم کا الزام اُن پر لگایا جاتا ہے اُن کو ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ پھر یہ غریب مارے کیوں جائیں؟"

"شہنشاہ کے پاس ان اقدامات کی یقیناً وجوہات ہوں گی۔"

"یہ بھی ممکن ہے کہ اس کا سبب شہنشاہ کے لاعلم اور بددیانت مشیر ہوں۔"

"میرا خیال ہے کہ یہ سراسر شہنشاہ کی اپنی منشا اور رضا ہے۔"

"مسیحیوں کی بہت بڑی تعداد اس رضا کی بھینٹ چڑھ چکی ہے۔"

"ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ یہ تعداد کئی ہزار تک پہنچ گئی ہے، تاہم ابھی بہت سے باقی ہیں مگر یہ ہماری دسترس سے باہر ہیں۔ اور ہاں یاد آیا میں تمہارے لئے شاہی فرمان لے کر آیا ہوں۔"

یہ کہہ کر لوکلس نے اپنی فوجی وردی کی تہوں سے ایک لپٹا ہوا طومار نکال کر مارسلس کے ہاتھ میں تھما دیا۔ مارسلس نے اُسے کھول کر اُس کی تحریر پر بے تابی سے نگاہ دوڑائی۔ اُس کی تنخواہ کے گریڈ کو بڑھا دیا گیا تھا اور اُسے یہ حکم دیا گیا تھا کہ مسیحیوں کو اُن کی پناہ گاہوں بالخصوص زمین دوز قبرستان سے ڈھونڈ نکالے اور گرفتار کرے۔

مارسلس نے کسی قدر اُداسی سے یہ سطور پڑھیں اور پھر طومار کو میز پر ایک طرف رکھ دیا۔

"تم خوش نظر نہیں آتے۔" لوکلس نے اُس کے چہرے کے تاثرات کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"مجھے جو ذمہ داری سونپی گئی ہے وہ خوشگوار نہیں۔ میاں! میں سپاہی ہوں۔ اپنے سامنے آنے والے دشمن کا مردانہ وار مقابلہ کر سکتا ہوں اور اُسے نیچا بھی دکھا سکتا ہوں۔ مگر جلّاد کی تلوار کے لئے بوڑھے آدمیوں اور بچوں کو ڈھونڈ نکالنا نہیں چاہتا۔ لیکن میں سپاہی ہوں اور سپاہی کے لئے یہ بھی لازم ہے کہ وہ حکم کی تعمیل کرے، لہٰذا اُس قبرستان کے متعلق مجھے کچھ بتاؤ۔"

"قبرستان! یہ بذاتِ خود ایک پورا ضلع ہے جو شہر کے نیچے زیرِ زمین نامعلوم حدود تک پھیلا ہوا ہے۔ خطرہ کی صورت میں مسیحی وہاں بھاگ جاتے ہیں اور وہ اپنے مُردوں کو بھی عموماً وہیں دفن کرتے ہیں۔ وہاں پہنچ کر وہ حکومت کی دسترس سے بالکل باہر ہو جاتے ہیں۔

"اس قبرستان کو کس نے بنایا ہے؟"

"وثوق سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ وہ صدیوں پُرانا ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ عمارات کے لئے سیمنٹ تیار کرنے کے لئے درکار ریت حاصل کرنے سے بن گیا ہے۔ فی زمانہ مُلک کے لئے جس قدر سیمنٹ درکار ہے وہیں سے آتا ہے۔ تم نے شہر کی شاہراہوں پر بارہا مزدوروں کو ریت کے بورے لاتے دیکھا ہوگا۔ اب اُنہیں اِس کے لئے بہت دُور جانا پڑتا ہے کیونکہ سالہا سال کی کھدائی کی وجہ سے ریت کا یہ ذخیرہ بہت دُور اور زیادہ نیچے ہوتا گیا ہے، اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ شہر کی بنیادیں اب زمین کے ایسے خطے پر دھری ہیں جو شہد کے چھتّے کی مانند ہے۔"

کیا اُن میں داخل ہونے کے لئے کوئی باقاعدہ دروازہ ہے؟"

"بے شمار، اور یہی اس کی سب سے بڑی مشکل ہے۔ اگر کم ہوتے تو ہم اِن پر پہرہ بٹھا کر ان بھگوڑوں کو قابو میں لا سکتے تھے۔ لیکن موجودہ صورت میں ہمیں

یہ معلوم نہیں کہ کس سمت سے اُن پر حملہ کریں۔"

"کیا تہہ خانوں کے قبرستان کا کوئی خطہ ایسا بھی ہے جس کے متعلق خیال کیا جاتا ہو کہ وہاں یقینی طور پر مسیحی آباد ہیں؟"

"ہاں۔ کہتے ہیں کہ شاہراہ اپیان سے دو میل کے فاصلے پر سیسیلیاہ میٹیلہ کے مقبرے کے گول گنبد کے نزدیک اکثر لاشیں دیکھنے میں آئی ہیں جن کے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ مسیحیوں کی لاشیں ہیں جنہیں تماشا گاہ سے دفن کرنے کی غرض سے لایا گیا تھا لیکن سپاہیوں کے تعاقب کے باعث ان لاشوں کو وہیں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ لیکن اس سے بھی کچھ خاص مدد نہیں ملتی کیونکہ ان سرنگوں میں داخل ہونے کے بعد بھی مسیحی ہماری دسترس سے اتنے ہی دور ہوتے ہیں جتنے وہاں داخل ہونے سے پیشتر، اس لئے کہ اس کے اندر بود و باش کرنے والوں کی مدد کے بغیر کوئی انسان اُس کے گورکھ دھندوں میں قدم رکھنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔"

"کیا اس کے اندر اور بھی کوئی رہتا ہے؟"

"زیر زمین پیشہ ور کھدائی کرنے والے جو ہماری عمارات کیلئے آج بھی ریت بہم پہنچاتے ہیں۔ وہ قریباً سب کے سب مسیحی ہیں اور سارا وقت زیر زمین رہتے ہیں کیونکہ جب وہ ریت کھودنے سے دم لیں تو مسیحیوں کے بے شمار مُردوں کے لئے قبریں کھودنے میں لگے رہتے ہیں۔ لہٰذا ان لوگوں نے اپنی ساری عمر تہہ خانوں کے تیرہ و تار ماحول میں بسر کی ہے، اور وہ نہ صرف اس کے ان گنت راستوں سے خود واقف ہیں بلکہ وہ اُن میں رہبری کرنے کا بھی قدرتی ملکہ رکھتے ہیں۔"

"کیا تمہیں خود کبھی کبھی ان تہ خانوں کے اندر جانے کا اتفاق ہوا ہے؟"

"صرف ایک مرتبہ، اور یہ بھی عرصہ کی بات ہے۔ میں ایک کھدائی کرنے والے کی رہبری میں نیچے گیا تھا، اور وہ بھی بالکل تھوڑی دیر کے لئے کیونکہ مجھے تو یوں معلوم ہوتا تھا گویا موت خود وہاں سائیں سائیں کرتی پھر رہی ہے۔ اُن تہ خانوں کے متعلق میں نے سُن تو رکھا تھا۔" مارسلس نے کہا مگر مجھے اُن کے بارے میں کچھ علم نہ تھا۔ حیرت کی بات ہے کہ اتنی پُرانی جگہ کے متعلق عام لوگوں کی معلومات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ کیا رہبری کیلئے اُجرت پر کھدائی کرنے والوں کی خدمات کو حاصل نہیں کیا جا سکتا؟"

"نہیں۔ وہ مسیحیوں سے بے وفائی کرنا گوارا نہیں کرتے۔"

"کیا کسی نے ایسا کرنے کی کوشش بھی کی ہے؟"

"یقیناً۔ لہٰذا بارہا ایسا بھی ہوا ہے کہ بعض شخص رہبری کرنے پر رضامند ہو گئے اور افسرانِ عدلیہ کو وہاں لے گئے۔ مگر تھوڑی ہی دیر بعد یہ افسر راستے کے بے شمار چکروں سے چکرا گئے۔ اور مشعلوں کے بجھ جانے سے اس قدر خوف زدہ ہوئے کہ انہیں آگے جانے کی بجائے لوٹ آنے ہی میں اپنی خیریت نظر آئی، لہٰذا وہ اپنا سا منہ لے کر ناکام لوٹ آئے۔ اور بعض مرتبہ ایسا بھی ہوا ہے کہ یہ رہبر یہ اعلان کرتے ہیں کہ مسیحی خطرے کی بُو پا کر بھاگ کر کسی ایسے حصّے میں پہنچ گئے جس کا انہیں علم نہیں، اور اس طرح پھرتے پھراتے وہ سپاہیوں کو عین اُسی جگہ لے آتے ہیں جہاں سے تلاش کا آغاز ہوا تھا۔"

"کیا اب تک کوئی بھی ایسا نہیں ملا جو تلاش کو آخر تک جاری رکھ کر مسیحیوں کو ڈھونڈ لینے میں کامیاب ہوا ہو؟"

"تلاش جاری رکھنے والے بھی کسی خاطر خواہ نتیجے پر نہیں پہنچے کیونکہ اس صورت میں اُن کے رہبر اُنہیں راستوں کی بھول بھلیوں ہی میں متواتر چکر دیتے رہتے ہیں۔"

"کیا کہیں سے ایسے لوگ نہیں مل سکتے جو مسیحیوں سے بے وفائی کرنے پر آمادہ کئے جا سکیں؟"

"بعض مرتبہ کوئی نہ کوئی شخص ہاتھ لگ جاتا ہے۔ لیکن وہاں پہنچنے پر خطرے کی بُو پاتے ہی مسیحیوں کی جماعت بے شمار راستوں سے آناً فاناً غائب ہو جاتی ہے اور دلیری کے دعوے دار ایک دُوسرے کا منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ میری کامیابی کے امکانات بھی حوصلہ افزا نہیں۔"

"مجھے تم سے اتفاق ہے، تاہم تمہاری دُور اندیشی اور دلیری کی بنا پر حکومت نے تم سے بڑی بڑی اُمیدیں وابستہ کر رکھی ہیں۔ اگر تم اس مشن میں کامیاب ہو جاؤ تو یوں سمجھو کہ تم نے عمر بھر کے لئے میدان مار لیا ـــــ لیکن مجھے اب چلنا چاہیئے۔ جو معلومات میں مہیا کر سکتا تھا تمہارے گوش گذار کر چکا ہوں اور باقی تفصیلات تم کسی کھدائی کرنے والے سے دریافت کر سکتے ہو۔ خیر باد۔" اور یہ کہہ کر لوکاس وہاں سے رُخصت ہو گیا۔

اُس کے جانے کے بعد مارسلس میز پر کہنیاں ٹکائے اور دونوں ہاتھوں پر ٹھوڑی رکھے گہری سوچوں میں کھو گیا۔ اُس کے خیالات مصیبت زدہ مسیحیوں، اُن کی گرفتاری، اپنی کامیابی یا ناکامی کے مسائل

کی بھول بھلیوں میں بھٹکتے ہوئے بار بار ایک ہی مقام پر رُک جاتے یعنی تماشا گاہ میں اُن کی موت کے منظر پر آکر رُک جاتے جہاں اُس کی چشمِ تصور کے سامنے کمسن لڑکیوں کی آسمان کی طرف اُٹھی ہوئی نگاہوں کا نقشہ نہایت صفائی سے اُبھر آتا، اور اُس کے ساتھ ہی اُسے فتح کے شادیانے کی مانند اُن کا شیریں نغمہ اپنے کانوں میں گونجتا ہوا سُنائی دیتا:

"جو ہم سے محبت رکھتا ہے

اور جس نے اپنے خون کے وسیلہ سے ہم کو گناہوں سے خلاصی بخشی۔

اُس کا جلال اور سلطنت ابدالآباد رہے"۔ آمین۔

تیسرا باب

شاہراہِ اپیان

مارسلس فطرتاً کسی کام میں تاخیر کا قائل نہ تھا۔ مسیحیوں کی گرفتاری کا حکم نامہ حاصل کرنے کے بعد دوسرے ہی دن اُس نے اِس سلسلے میں کوئی عملی قدم اُٹھانے کی ٹھانی۔ لیکن چونکہ وہ ابھی اُن کے متعلق ذاتی طور پہ صحیح معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے اُس نے اپنے ساتھ سپاہیوں کو لینے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ وہ تن تنہا شہر سے نکل کر اُس سڑک پر آنکلا جو شاہراہِ اپیان کہلاتی ہے۔

اِس مشہور شاہراہ کے دونوں طرف شاندار مقبرے تھے، اور چونکہ اِن کی خوب دیکھ بھال ہوتی تھی اِس لئے یہ سب کے سب قدیم ہونے کے باوجود تاحال بڑی اچھی حالت میں تھے۔ اِس سڑک سے کچھ فاصلے پر قریب قریب بنے ہوئے بنگلے اور مکانات اِس امر کی عکاسی کرتے تھے کہ شہر کی طرح یہاں بھی آبادی گنجان ہے۔

چلتے چلتے مارسلس ایک عظیم گول مینار تک پہنچا جو پھاٹک سے تقریباً دو میل کے فاصلے پر تھا۔ یہ مینار پیلے رنگ کی چٹان کے بڑے بڑے پتھروں سے تعمیر کیا گیا تھا۔ اس پر نہایت نفاست لیکن سادگی

سے نقش و نگار بنائے گئے تھے۔ اِس کا ٹھوس طرزِ تعمیر گویا زبانِ حال سے یہ کہہ رہا تھا کہ میں نے وقت کے سرد گرم تھپیڑوں کا دلیرانہ مقابلہ کیا ہے۔

یہاں پہنچ کر مارسلس کے قدم خود بخود رُک گئے، اور اُس نے وہیں کھڑے ہو کر پیچھے نگاہ دوڑائی۔ نووارد شخص کے لئے روم کا ہر منظر نئی دلچسپی کا سامان مہیا کرتا ہے۔ تاہم شاہراہِ اپیان کے دونوں طرف کے مقبرے اُسے سب سے زیادہ متاثر کرتے تھے۔ یہ مقبرے عہدِ ماضی کے اُن ذی شان اشخاص کی آخری آرام گاہیں ہیں جنہوں نے اپنے دَور میں کسی وجہ سے شجاعت یا شرافت میں نام پیدا کیا تھا۔ اُن پر کندہ الفاظ اُن کی عظمت اور فضیلت کا برملا اظہار کرتے تھے مگر آئندہ زندگی میں اُن کے مقام کے متعلق اُن کے خیالات مشکوک و مبہم معلوم ہوتے تھے۔ آرٹ اور دولت نے اِن ذی شان یادگاروں کو پروان چڑھایا تھا اور بعد ازاں ہر دَور کے لوگوں کی عقیدت نے اُنہیں محفوظ رکھا تھا۔

زمین کا چپّہ چپّہ انسانی بستیوں سے ڈھکا ہوا تھا کیونکہ یہ قدیم شہر مدت ہوئی اُن حدود سے تجاوز کر کے باہر آ چکا تھا جو ابتدا میں اُس کی بنیاد رکھتے وقت اُس کے لئے تجویز کی گئی تھیں۔ بلکہ مکانات کے دُور تک پھیلے ہوئے سلسلے کو دیکھ کر یہ کہنا مشکل ہو گیا تھا کہ شہر کی حد کہاں ختم ہوتی ہے اور دیہات کہاں سے شروع ہوتے ہیں۔

اب شہر سے بے شمار رتھوں کی آواز، اَن گنت افراد کے قدموں کی چاپ اور زندگی کی گہما گہمی کی گونج دبی دبی سی اُس کے کانوں تک پہنچ رہی تھی۔ جب اس نے پیچھے شہر کی طرف نظر ڈالی تو اُسکے سامنے سفید تابناک قصرِ شاہی

بڑے بڑے مندر اور عظیم یادگاریں تھیں اور ان سب سے بلند کوہ کیپیٹولین تھا جس کی چوٹی پر جوپیٹر دیوتا کا مندر اُس کے حسن کو چار چاند لگا رہا تھا۔

اُس کے گرد و پیش فنِ تعمیر کے بیش بہا نمونے تھے۔ یہ روم کے قدیم شرفاء کی مایۂ ناز یادگاریں تھیں اور اِن پر کندہ الفاظ مرحوموں کی جوانمردی، ذہانت، شجاعت، دولت اور دیگر خوبیوں کی نشاندہی کرتے تھے۔ یہ تمام عمارات پرانے مُلحد مذہب کے اثر کا ٹھوس ثبوت تھیں۔ لیکن ایک حقیقت جو اِن سب کا جائزہ لینے سے کھُل کر سامنے آتی تھی وہ یہ تھی کہ اِس ظاہری شان و شوکت کا اِنسانی رُوح سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ اِن مقبروں پر کندہ الفاظ اُن کی عاقبت اور دائمی سکون کے متعلق یکسر خاموش تھے۔ ان میں ابدی زندگی کی تسلی نہیں بلکہ موجودہ جہان کی مُسرتوں کی مایوس کر دینے والی آرزو نظر آتی تھی۔

مارسلس زندگی اور موت کے متعلق ایسے ہی خیالوں میں مستغرق کھڑا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ میں مسیحیوں کی تلاش میں سرگرداں ہوں میں نے انہیں اس سے جو میں نے اپنے فلاسفروں سے حاصل کیا کہیں زیادہ پایا ہے۔ نہ صرف انہوں نے موت کی ہیبت پر غلبہ پا لیا ہے بلکہ وہ خوشی دلشادمانی سے مرنا جانتے ہیں۔ ہمارے ہاں فلسفے کی تمام تر کتابیں یہ گُر نہیں بتا سکتیں جو یہ مسیحی جانتے ہیں۔ آخر اُن میں وہ کیا خفیہ طاقت ہے جو کمسن بچوں، کمزور عورتوں اور ضعیف بوڑھوں کو بھی بخوشی موت قبول کرنے پر آمادہ کر دیتی ہے؟ اور اُن کے نغمے کے بھی کوئی خفیہ معنی ہوں گے۔ میرا مذہب تو زیادہ سے زیادہ مجھے ایک غیر یقینی اُمید دلا سکتا ہے کہ میں اگلے جہان میں شاید ناخوش نہیں ہوں گا۔ مگر مسیحیوں کا دین اُن کو فاتحانہ خوشی کے شادیانے گاتے

ہوئے جان دینے کی توفیق دے سکتا ہے۔ میں ضرور اُن سے اِس عجیب قوت کا راز دریافت کر کے رہوں گا....

یہ خیال آتے ہی اُسے یاد آیا کہ سردست پہلا مسئلہ مسیحیوں کی تلاش ہے۔ وہ اس امر میں کس طرح کامیاب ہو سکتا ہے۔ بہت سے لوگ اُس کے پاس سے گذر رہے تھے مگر اُسے کوئی ایسا نظر نہ آیا جو اس سلسلے میں اُس کی مدد کرتا۔ اُس کے گرد مندر۔ مقبرے۔ دیواریں۔ مینار اور چھوٹی بڑی کئی عمارتیں تھیں مگر اِن سب میں کوئی عمارت ایسی نہ تھی جس کا زیرِ زمین گورستان سے کوئی تعلق ہو۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔

چلتے چلتے وہ ایک گلی میں پہنچا۔ وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے سامنے آنے والے ہر چہرے کو بغور دیکھتا، تاہم اس سے بھی کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ البتہ اس سے اُس پر یہ حقیقت ضرور واضح ہو گئی کہ ظاہری شکل و صورت سے اُن کو پہچاننا مشکل ہے۔ وقت گذرتا گیا اور سائے ڈھلنے شروع ہو گئے۔

تاہم مارسلس ہار ماننے کو تیار نہ تھا۔ اُسے یاد تھا کہ اِس گورستان میں کئی راستے جاتے ہیں۔ وہ اُن میں سے کسی ایک کی تلاش میں مارا مارا پھرتا رہا۔ اب تک وہ اِس گلی میں آگے پیچھے کئی چکر لگا چکا تھا۔ سورج بالکل غروب ہونے کو تھا۔ اچانک اُس کی تیز نگاہ ایک شخص پر پڑی جو مخالف سمت کی طرف جا رہا تھا۔ اس کے پیچھے ایک لڑکا تھا۔ وہ آدمی سادہ لباس پہنے ہوئے تھا جس پر ریت، مٹی اور نمی کے دھبے پڑے تھے۔ اُس کی رنگت پیلی تھی گویا برسوں سے قید میں رہا ہو۔ غرض اُس کا حلیہ ایسا تھا جو یکدم

مارسلس کی توجہ کا مرکز بن گیا۔ مارسلس اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا

"تم زیرِ زمین کھدائی کرنے والے ہو؟ میرے ساتھ آؤ۔"

اُس آدمی نے نگاہ اُٹھائی تو اپنے سامنے فوجی افسر کو کھڑے دیکھا۔ وہ بے حد خوف زدہ ہوگیا اور بگٹٹ بھاگ نکلا۔ اِس سے پہلے کہ مارسلس اُس کا تعاقب کرتا وہ ایک چھوٹی گلی میں داخل ہو کر نظروں سے غائب ہوگیا لیکن مارسلس نے پھُرتی سے لڑکے کو پکڑ لیا۔

"میرے ساتھ آؤ۔"

بے چارے لڑکے نے اُس کو اِس قدر ہراساں ہو کر دیکھا کہ مارسلس کا دل پسیج گیا۔ لڑکا اُس کے قدموں پر گر کر بولا

"جناب مجھ پر رحم کیجئے۔ میری ماں کی خاطر مجھ پر رحم کیجئے۔ اگر میں وقت پر گھر واپس نہ گیا تو وہ بے چاری فکر سے مر جائے گی۔"

مارسلس نے جواب دیا "فکر نہ کرو میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔"

یہ کہہ کر وہ اُسے آنے جانے والوں سے ذرا ایک طرف لے گیا اور بولا

"سچ سچ کہو۔ تم کون ہو؟"

"میرا نام اپولیتو ہے" لڑکے نے ڈرتے ہوئے جواب دیا۔

"تم کہاں رہتے ہو؟"

"روم میں۔"

"یہاں کیا کر رہے تھے؟"

"میں ایک کام سے گیا ہوا تھا۔"

"وہ آدمی کون تھا؟"

"زیرِ زمین کھدائی کرنے والا۔"
"تمہارا اس کے ساتھ کیا کام تھا؟"
"وہ میرے لئے سامان کی گٹھڑی اٹھا کر لا رہا تھا۔"
"اس گٹھڑی میں کیا تھا؟"
"کھانے پینے کی چیزیں۔"
"تم ان اشیا کو کہاں لے جا رہے تھے؟"
"ایک ضرورت مند کے پاس۔"
"وہ کہاں رہتا ہے؟"
"یہاں سے کچھ زیادہ دور نہیں۔"
"کیا تمہیں زیرِ زمین گورستان کے تہہ خانوں کا کچھ علم ہے؟"
"ہاں"
"کیا تم وہاں کبھی گئے ہو؟"
"ہاں مجھے اُن میں سے چند ایک میں جانے کا اتفاق ہوا ہے۔"
"کیا تم وہاں رہنے والوں میں سے کسی کو جانتے ہو؟"
"ہاں۔ وہ شخص جسے آپ نے میرے ساتھ دیکھا تھا وہیں رہتا ہے۔"
"اوہ! اب میں سمجھا کہ تم اُس کے ساتھ وہیں جا رہے تھے۔"
"اس اندھیرے میں میرا وہاں کیا کام ہو سکتا ہے!" لڑکے نے نہایت معصومیت سے کہا۔
"یہی تو میں جاننا چاہتا ہوں۔ خیر یہ بتاؤ کہ تم وہاں جا رہے تھے یا نہیں؟"
"وہاں جانے کی جرأت کون کر سکتا ہے جبکہ اس کی ممانعت ہے!"
مارسٹس بولا "شام ہو گئی ہے۔ چلو میرے ساتھ اُس مندر میں پوجا

کے لئے چلو۔" لڑکے نے کسی قدر ہچکچاتے ہوئے کہا

"معاف کیجئے مجھے گھر جانے کی جلدی ہے۔"

"تم میرے قیدی ہو۔ میں دیوتاؤں کی پوجا پاٹ میں کبھی لاپرواہی نہیں کرتا۔ تم میرے ساتھ چل کر میرا ہاتھ بٹاؤ۔"

"میں ایسا نہیں کر سکتا" لڑکے نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"کیوں؟"

"میں مسیحی ہوں۔"

"اچھا! تو یہ بات ہے! تم مسیحی ہو اور زمین دوز گورستان میں تمہارے ساتھی ہیں اور اب تم وہیں جا رہے تھے۔ اُنہی کے لئے تم وہ کھانے پینے کی اشیا لئے جا رہے تھے۔ اور وہ کام بھی جس کے لئے تم اپنے ٹھکانے سے باہر آئے تھے، اُن کی خاطر تھا۔"

لڑکے نے اِس پر خاموشی سے اپنا سر جھکا دیا۔

"سُنو، مجھے اُن تہہ خانوں کے دروازے تک لے جاؤ۔"

"جناب مجھ پر رحم کیجئے، میں ایسا نہیں کر سکتا۔ مَیں اپنے ساتھیوں سے غداری نہیں کر سکتا۔"

"تمہیں اُن سے غداری کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہزارہا راستوں میں سے کسی ایک کی نشاندہی کرنے سے تم اُن کو پکڑوا نہیں سکتے۔ کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ سپاہیوں کو اِن دروازوں کا علم نہیں ہے؟"

لڑکا کچھ دیر کے لئے سوچ میں پڑ گیا پھر وہ مان گیا۔

مارسلس نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا اور لڑکا شاہراہ اپیان سے دائیں ہاتھ کو مُڑ گیا۔ تھوڑا فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ ایک خالی مکان تک

پہنچے جس میں سے ہو کر وہ تہ خانے میں داخل ہوئے۔ یہاں پر ایک دروازہ تھا جو بظاہر الماری کا دروازہ معلوم ہوتا تھا۔ لڑکے نے اُس کی طرف اشارہ کیا اور خود رُک گیا۔ لیکن مارسلس فیصلہ کُن لہجے میں بولا

"مَیں نیچے جانا چاہتا ہوں۔"

"آپ یقیناً اکیلے جانا پسند نہ کریں گے۔"

اکیلے جانے سے خوف نہیں کھاتا۔ مَیں جانتا ہوں کہ مسیحی کسی کو قتل نہیں کرتے۔ چلو آگے بڑھو۔"

"میرے پاس مشعل نہیں۔"

"میرے پاس مشعلیں ہیں۔ مجھے معلوم تھا کہ ان کی ضرورت پڑیگی۔"

"جناب میں آپ کی راہنمائی نہیں کر سکتا۔"

"کیا تم انکار کر رہے ہو؟"

"اِس کے سوا کوئی چارہ نہیں جناب۔ میرے رشتہ دار نیچے ہیں مَیں اُن کو پکڑوانے سے پہلے خود موت کے منہ میں جا سکتا ہوں۔"

"تم بڑے دلیر ہو۔ تمہیں کیا پتہ کہ موت کس چیز کو کہتے ہیں۔"

"عالی جاہ! میں ایسا بھی انجان نہیں۔ میں نے موت کو بہت قریب سے دیکھا ہے۔ میں نے اپنے دوستوں میں سے بہتوں کو مرتے دیکھا ہے اور بارہا مَیں نے اُن کو دفن کرنے میں بھی حصّہ لیا ہے اِس لئے کوئی مسیحی ایسا نہیں جو موت سے ڈرتا ہو۔ میں پھر کہتا ہوں کہ میں آپ کی راہنمائی نہیں کر سکتا۔ آپ مجھے شوق سے قید خانے میں لے جا سکتے ہیں۔"

"لیکن اگر میں تمہیں گرفتار کر لوں تو تمہارے ساتھی کیا سمجھیں گے؟ کیا تمہاری ماں ہے؟"

ماں کا لفظ سنتے ہی لڑکے کا سر جھک گیا۔ اُس کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہہ رہے تھے۔ مارسلس نے کہا

"میں جان گیا کہ تمہاری ماں زندہ ہے اور تم اُسے بہت پیار کرتے ہو۔ تم مجھے راستہ دکھاؤ گے تو ضرور اُس کے پاس پہنچ جاؤ گے۔"

"جناب مجھے مرنا منظور ہے مگر اُن سے بے وفائی نہیں کروں گا۔ آپ مجھ سے جو مناسب سمجھیں سلوک کریں۔"

"اگر میں کسی بُرے منصوبے سے آتا تو کبھی تن تنہا نیچے جانے پر آمادہ نہ ہوتا۔"

"جناب فوجی افسر کو مسیحیوں کے ساتھ کیا کام ہو سکتا ہے سوائے اس کے کہ وہ اُنہیں ہلاک کر ڈالے۔"

"بھئی۔ مَیں نے تم سے کہہ دیا ہے کہ میں کسی بُرے ارادے سے نہیں آیا۔ اگر تم میری راہنمائی کرو تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ اپنی معلومات کو تمہارے ساتھیوں کے خلاف استعمال نہیں کروں گا بلکہ زیرِ زمین تو میں تم لوگوں کا قیدی ہوں گا۔ تم جو جی چاہے میرے ساتھ کر سکتے ہو۔"

"کیا آپ اپنے وعدے پر قائم رہیں گے کہ اُنہیں دشمنوں کے حوالے نہیں کریں گے اور نہ اُن کا راز افشا کریں گے؟"

"میں قیصر کی حیات اور لافانی دیوتاؤں کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اُن سے غدّاری نہیں کروں گا۔"

"تو پھر آیئے۔ ہمیں مشعلوں کی ضرورت نہیں۔ آپ میرے پیچھے پیچھے چلے آئیں۔"

یہ کہہ کر لڑکا تنگ دروازے میں داخل ہو گیا۔

چوتھا باب

زمین دوز قبرستان

مارسلس لڑکے کے چوغے کو پکڑ کر اُس کے پیچھے پیچھے چلا جا رہا تھا۔ اسی طرح چلتے چلتے وہ آخر کار ایسی جگہ پہنچے جہاں راستہ نسبتاً چوڑا ہو گیا تھا۔ یہاں نیچے اترنے کے لئے سیڑھیاں تھیں۔ اترنے کے بعد وہ کچھ دیر تک ہموار راستے پر چلتے رہے۔ ظاہر تھا کہ لڑکا اس راستے سے پوری طرح واقف ہے۔

اب وہ دیوار کے اندر کھدے ہوئے ایک چھوٹے کمرے تک پہنچ گئے تھے۔ یہ کمرہ انگیٹھی میں سُلگتی ہوئی آگ کی مدھم روشنی سے روشن تھا۔ یہاں پر لڑکے نے فرش پہ پڑی ہوئی مشعل کو اُٹھایا اور اُسے روشن کر کے ہاتھ میں لئے آگے بڑھا۔

مارسلس کی بجائے کوئی اور شخص ہوتا تو یہاں تک پہنچتے پہنچتے ڈر کے مارے اُس کی جان میں جان نہ رہتی۔ وہ اپنے آپ کو ایسے لوگوں کے حوالے کر رہا تھا جنہیں اُس کے ہم مذہب نے اس قدر پریشان کر رکھا تھا کہ وہ ناچار سورج کی روشنی کو خیرباد کہہ کر زیرِ زمین رہنے پہ مجبور ہو گئے تھے۔ وہ اُن سے کسی قسم کے نیک سلوک کی توقع نہ

کر سکتا تھا کیونکہ وہ اُسے فقط ایذا رساں ہی کی حیثیت سے جانتے تھے۔ تاہم اُس نے اُن کے حلم اور نرم مزاجی کا جو تاثر لیا تھا اُسی کی وجہ سے وہ بلا خوف چلا جا رہا تھا۔ اگر وہ لڑکا چاہتا تو اندھیرے میں راستے کی بھول بھلیوں میں اسے اکیلا چھوڑ سکتا تھا مگر مارسلس کا اُس پر پورا اعتماد تھا کہ وہ ایسا نہیں کرے گا۔

مسیحیوں کے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنے کا جذبہ اُسے آگے بڑھنے پر مجبور کر رہا تھا۔ وہ دراصل اُن کی خفیہ قوت کے سرچشمہ کا راز معلوم کرنا چاہتا تھا اور اپنی قسم کے عین مطابق اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ وہ معلومات کو اُن کے خلاف استعمال نہیں کریگا۔

لڑکا بدستور آگے آگے چلا جا رہا تھا۔ مشعل کی ملگجی روشنی گھپ اندھیرے کے دھندلکوں کو کسی قدر کم کرنے میں مدد دے رہی تھی۔ یہ وہ اندھیرے تھے جن کی شدید تاریکی کو آفتاب کی کوئی کرن کبھی پاش نہ کر سکی تھی۔ مشعل کی روشنی چند قدم کے فاصلے کو روشن کر کے خود تاریکی میں گم ہو جاتی تھی۔ اب راستہ بل کھاتا ہوا جا رہا تھا۔ قدم قدم پر موڑ آتے تھے۔ اچانک پولیو نے رُک کر نیچے کی طرف اشارہ کیا۔

مارسلس نے اندھیرے میں گھورتے ہوئے اپنے سامنے ایک غار سا دیکھا جہاں سے راستہ مزید نیچے جاتا تھا۔ وہ اُسے ایسا گڑھا دکھائی دیا جس کا کوئی پیندہ نہ ہو۔

"یہاں سے راستہ کدھر کو جائیگا؟"

"نیچے کو۔"

"کیا نیچے اور بھی راستے ہیں؟"

"ہاں جتنے اوپر ہیں اُتنے ہی نیچے اور اُس سے بھی نیچے کئی اور۔ مجھے اب تک ان راستوں کی تین مختلف منزلوں سے گزرنے کا اتفاق ہوا ہے۔ اور پرانے کھدائی کرنے والے کہتے ہیں کہ بعض جگہوں میں یہ راستے بہت گہرے چلے گئے ہیں۔"

راستے میں اب تک اس قدر پیچ و خم آچکے تھے کہ مارسلئس کے دماغ میں مقام اور سمت کا کوئی تصوّر باقی نہ رہا تھا۔ وہ یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ دروازے سے چند ہی قدم یا بہت سے فرلانگ دُور ہے۔

گہری تاریکی کے پہلے تاثر کا احساس جب کسی قدر کم ہوا تو اُس نے اپنے اردگرد اِس جگہ کے عجائب کو بغور دیکھنا شروع کیا۔ راستے کے دونوں طرف دیوار کے ساتھ ساتھ تختیاں نصب تھیں۔ اِن تختیوں پہ کندہ الفاظ سے اُس نے معلوم کیا کہ یہ مسیحیوں کی قبریں تھیں۔ اس وقت کھڑے ہو کر کتبے پڑھنے کا موقع نہ تھا تاہم ایک لفظ جو قریباً ہر قبر پہ کندہ تھا "اطمینان" کا لفظ تھا ___ مثلاً

ہنسوریا —	ابدی اطمینان میں سوتی ہے۔
فوستنا	با اطمینان راحت کناں۔

تقریباً ہر تختی پہ آرام یا اطمینان کے پیارے لفظ دیکھ کر مارسلئس سوچنے لگا کہ یہ مسیحی کتنے عجیب لوگ ہیں جو اتنے مایوس کن ماحول میں کبھی موت سے مرعوب نہیں ہوئے۔

رفتہ رفتہ مارسلس کی آنکھیں اردگرد کے اندھیرے سے اور زیادہ مانوس ہوگئیں۔ اُس نے دیکھا کہ راستہ زیادہ تنگ اور چھت نیچی ہوگئی تھی یہاں تک کہ وہ جُھک کر چلنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ کھُردری دیواریں تاحال اُسی حالت میں تھیں جس میں وہاں سے ریت نکالنے والے مزدوروں نے انہیں چھوڑا تھا۔ زیرِ زمین نمی اور کائی نے پھیل کر جابجا دیواروں پہ اپنا رنگ جمایا ہُوا تھا جس سے ہوا میں نمی رچ گئی تھی۔ ادھر مشعلوں سے اُٹھنے والا دھوآں گھُٹن والی نم دار فضا کو اور زیادہ ناگوار بنا رہا تھا۔

اس دوران کئی مقام ایسے آئے جہاں دیگر اطراف کو راستے نکلتے تھے اور کئی ایسے تھے جہاں بہت سی اطراف سے راستے مل جاتے تھے۔ اِن مختلف راستوں سے مارسلس کو یہ احساس ہوا کہ اُوپر کی دنیا سے اُس کا رابطہ قطعاً منقطع ہوچکا ہے اور اب اُس کی زندگی اُس لڑکے کے ہاتھ میں ہے۔ اُس نے کہا

"کیا بعض دفعہ لوگ راستوں میں بھٹک بھی جاتے ہیں؟"

"اکثر۔"

"پھر اُن کا کیا حشر ہوتا ہے؟"

"بعض اوقات وہ پھرتے پھراتے اتفاقیہ ساتھیوں سے آملتے ہیں اور کبھی کبھار ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ ایسے غائب ہوتے ہیں کہ پھر کبھی دیکھنے میں نہیں آتے۔ لیکن اب ہم میں سے بہت سے اِن راستوں سے اتنی اچھی طرح واقف ہیں کہ اگر گمراہ ہو بھی جائیں تو جلد ہی مانوس راہوں میں آنکلتے ہیں۔"

ایک اور بات جس نے جوانسال فوجی کو متاثر کیا وہ چھوٹی قبروں کی ان گنت تعداد تھی۔ پولیو نے اُسے بتایا کہ یہ چھوٹے بچوں کی قبریں ہیں۔ اس ذکر نے اُسے سوچ و بچار کے لئے نیا مواد مہیا کیا ہے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ایسی جگہ میں معصوم بچوں کا کیا کام۔ اُن کو اُوپر کیوں نہ دفن کیا گیا جہاں کم از کم سورج کی روشنی اُن کی قبروں پر پڑتی اور اُن پر خوبصورت پھول اُگائے جا سکتے ؟ کیا وہ بچے اپنی چند روزہ زندگی کو اِن تاریک راہوں میں گھوم پھر کر ختم کر گئے ؟ کیا اُنہوں نے بڑوں کے ساتھ گوناگوں اذیتوں کو برداشت کرنے میں حصّہ لیا ؟ کیا اِس ناگوار ماحول اور نہ ختم ہونے والی تاریکی نے اُنہیں وقت سے پہلے ہی موت کا لقمہ بنا دیا ؟

وُہ اِن ہی سوالوں کے متعلق سوچتے سوچتے اچانک بول اُٹھا

"ہم کب تک وہاں پہنچیں گے ؟ خاصی دیر ہو گئی ہے۔"

"بہت جلد" پولیو نے جواب دیا۔

اگر تہہ خانوں کی ان بھول بھلیوں میں داخل ہونے سے پیشتر مارسٹس کے دماغ میں مسیحیوں کی گرفتاری کے منصوبے ہوتے بھی تو یہاں آکر اُس نے اِس حقیقت کو واضح طور پہ جان لیا کہ اُن منصوبوں پر عملدرآمد ہونا قطعی ناممکن ہے۔ پُوری فوج اس میں داخل ہونے کے بعد بھی اپنے مقصد میں کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکتی، کیونکہ وہ مسیحیوں کو پکڑنے کی غرض سے نیچے جس قدر دُور ہو جائینگے وہ خود اُسی قدر زیادہ اُن کے رحم و کرم پر ہوں گے اور ان پیچیدہ راستوں ہی میں بھٹک کر دم توڑ دیں گے۔

تب دُور سے آنے والی ایک دھیمی آواز سے اُس کے خیالات کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ موسیقی کی یہ آواز مدھم اور نہایت سُریلی تھی۔ وہ آسمان کے فرشتوں

کی صدا معلوم ہوتی تھی۔

چند قدم اور چلنے پر اُنہیں ایک روشنی دکھائی دی۔ گانے کی آواز اب بڑی صفائی سے سُنائی دے رہی تھی۔ یہ آواز کبھی حمد کے کورس میں بلند ہوتی اور کبھی مناجات کے انداز میں مدھم ہوجاتی۔ آواز کی شیرینی اور اُس کا زیر و بم اُس کو اور زیادہ دلنشیں بنا رہا تھا۔

چند لمحوں کے بعد وہ ایک موڑ پر پہنچے۔ پولیو نے اپنی مشعل کو پھونک مارتے ہوئے مارسلس کا بازو تھام کر ٹھہرنے کے لئے کہا۔ مارسلس بڑے انہماک سے پیش نظر منظر کو دیکھنے لگا۔

اُس کے سامنے ایک بڑا سا کمرہ تھا۔ جس کی اونچائی ۱۵ فٹ اور لمبائی چوڑائی تیس فٹ مربع تھی، اس میں حاضرین کی تعداد ۱۰۰ کے لگ بھگ تھی جن میں مرد، عورتیں اور بچے بھی شامل تھے۔

کمرے کے ایک سرے پر ایک میز تھی جس کے پیچھے ایک قابلِ احترام بزرگ آدمی کھڑا تھا۔ وہ ان کا پیشوا معلوم ہوتا تھا۔ روشنی کے لئے یہاں بھی مشعلوں سے کام لیا گیا تھا۔ مارسلس نے دیکھا کہ سب لوگ دُبلے پتلے اور کمزور دکھائی دیتے ہیں۔ اِن سب کی رنگت اُسی طرح پیلی تھی جیسی اُس نے پولیو کے ساتھی کے چہرے پر دیکھی تھی۔ لیکن اس وقت ان کمزور چہروں پر غم یا پریشانی یا ناامیدی نہیں تھی۔ بلکہ اس کے برعکس خوشی اور فتح کی چمک تھی۔ نیز اُن کی آنکھوں میں اُمید کے دیئے جگمگا رہے تھے۔ اِس منظر نے اُسے رُوح کی گہرائیوں تک جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اُس نے اب تک مسیحیوں میں جس اطمینان، اُمید اور بلند حوصلے کو پایا ہے وہ خود اِس سے یکسر محروم ہے۔

وہ ابھی حیران کھڑا اُن کے کردار پر غور کر رہا تھا کہ جماعت نے باآواز

بلند پھر سے گانا شروع کیا۔ ایک ایک لفظ صفائی سے سُنائی دے رہا تھا۔

اَے خداوند خدا قادرِ مطلق!
تیرے کام بڑے اور عجیب ہیں
اَے ازلی بادشاہ! تیری راہیں راست اور درست ہیں۔
اَے خداوند! کون تجھ سے نہ ڈرے گا؟
اور کون تیرے نام کی تمجید نہ کرے گا؟
کیونکہ صرف تُو ہی قدّوس ہے
اور سب قومیں آکر تیرے سامنے سجدہ کریں گی۔
کیونکہ تیرے انصاف کے کام ظاہر ہو گئے ہیں۔

بعد میں محترم رہنما نے ایک طومار میں سے کچھ حِصّے کی تلاوت کی جو مارسلس کے لئے بالکل نیا تھا۔ اس میں ایمانداروں کی اگلے جہان میں مبارک حالی بڑے پُراثر الفاظ میں بیان کی گئی تھی۔ جماعت اُن الفاظ کو یوں ہمہ تن گوش سُن رہی تھی گویا ان ہی الفاظ پر اُن کی زندگی کا دارومدار ہو۔ اب جماعت دبی زبان میں کلماتِ تشکر پڑھ رہی تھی کیونکہ اُن کا راہنما فاتحانہ انداز میں ذیل کے الفاظ پڑھ رہا تھا:

"اَے موت تیری فتح کہاں رہی؟
موت کا ڈنگ گناہ ہے اور گناہ کا زور شریعت ہے۔
مگر خدا کا شکر ہے جو ہمارے خداوند یسوع مسیح کے وسیلہ سے ہم کو فتح بخشتا ہے۔"

اِن الفاظ نے اُس کے ذہن میں افکار کی نئی دنیا کو جنم دیا، اور اس کا دماغ گناہ، موت، مسیح اور اُن کے ساتھ وابستہ خیالات کی

آماجگاہ بن گیا۔ اُس کے ساتھ ہی مسیحیوں کے راز کو معلوم کرنے کی دیرینہ خواہش اپنے عروج کو پہنچ گئی۔

اب اُس کی توجہ پھر سے سامنے کے منظر پہ مرکوز ہوگئی کیونکہ اُن کا راہنما سر کو اُوپر کئے، ہاتھ بڑھائے خدا کے حضور دعا کر رہا تھا۔

سب سے پہلے اُس نے اُن دیکھے خدا کے حضور اقرار کیا کہ ہم سب نالائق ہیں اور اُس کے بعد شکر ادا کیا کہ مسیح کا خون انہیں تمام گناہ سے پاک کرتا ہے۔ پھر اُس نے منت کی کہ خدا کا پاک روح اُن کو نیک اور پاک باز بننے کی توفیق بخشے۔

بعد ازاں جماعت کی موجودہ مشکلات اور تکالیف کو اُس کے حضور پیش کر کے التجا کی کہ وہ اُنہیں اُن سے رہائی بخشے، اور اُنہیں توفیق عطا فرمائے کہ وہ سب جیتے جی اپنے کردار سے ایمان اور اپنی موت کے وقت فتح کا مظاہرہ کر سکیں۔

پھر پہلے کی طرح ایک اور گیت گایا گیا۔

"دیکھ خدا کا خیمہ آدمیوں کے درمیان ہے
اور وہ اُن کے ساتھ سکونت کرے گا اور وہ اُس کے لوگ ہونگے۔
اور خدا آپ اُنکے ساتھ رہے گا اور اُن کا خدا ہو گا۔
اور وہ اُن کی آنکھوں کے سب آنسو پونچھ دے گا۔ اس کے بعد نہ موت رہے گی اور نہ ماتم رہے گا۔ نہ آہ و نالہ نہ درد۔ پہلی چیزیں جاتی رہیں۔
حمد اور تمجید اور حکمت اور شکر اور عزت اور قدرت اور طاقت ابدالآباد ہمارے خدا کی ہو۔ آمین!"

اب جماعت برخاست ہوئی۔ پولیو مارسلس کو ساتھ لے کر آگے بڑھا۔

اُس کے فوجی لباس اور چمکتے اسلحہ کو دیکھ کر سب خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹ گئے۔ وہ مختلف راستوں سے بھاگنے ہی کو تھے کہ مارسلس نے باآواز بلند اُن سے کہا:

"ڈرو مت۔ میں اکیلا ہوں اور آپ لوگوں کے قبضے میں ہوں"

اس پر وہ مُڑ کر اُسے تجسّس بھری نگاہوں سے دیکھنے لگے جن سے تاحال خوف و ہراس دُور نہ ہُوا تھا۔ وُہ بزرگ جس نے عبادتی اجلاس میں اُن کی رہبری کی تھی مارسلس کی طرف بڑھا اور غور سے اُسے دیکھنے لگا۔ پھر اُسے مخاطب کر کے بولا

"آپ کون ہیں اور کیوں یہاں آئے ہیں؟ کیا آپ ہمیں ہماری آخری آرام گاہ میں بھی چین سے بیٹھنے نہ دیں گے؟"

"میں کسی بُری نیّت سے یہاں نہیں آیا۔ میں بالکل اکیلا ہوں۔ آپ کو گھبرانے کی ضرورت نہیں بلکہ اس وقت تو میں آپ کے رحم و کرم پر ہوں۔"

"لیکن ایک سپاہی بلکہ فوجی افسر کا ہمارے ساتھ کیا کام ہو سکتا ہے؟ کیا آپ کی زندگی خطرے میں ہے؟"

"نہیں! ایسی کوئی بات نہیں! میں ایک اُونچے عہدے کا افسر ہوں۔ تمام عمر میں حق کا متلاشی رہا ہوں۔ میں نے مسیحیوں کے متعلق بہت کچھ سُن رکھا ہے۔ لیکن ایذا رسانی کے اِن ایام میں شہر روم میں کسی سے ملاقات کرنا ممکن نہ تھا، لہٰذا میں آپ کی تلاش میں یہاں چلا آیا۔"

اب اُس بزرگ نے لوگوں کو اشارہ کیا کہ چلے جائیں تاکہ وہ نووارد

سے تنہا بات کر سکے۔ اس پر وہ سب اطمینان کا سانس لے کر مختلف راستوں پر ہو لئے۔

ایک پیلی رنگت والی دبلی پتلی باوقار خاتون پولیو کی طرف بڑھیں اپنے بازو پھیلا کر بولیں

"میرے بیٹے تم نے بہت دیر لگا دی؟"

"ہاں امّی جان۔ اس افسر کے ساتھ مُٹھ بھیڑ ہو جانے سے دیر ہو گئی۔ مجھے بہت افسوس ہے۔"

"خدا کا شکر ہے کہ تم سلامت ہو۔ لیکن یہ صاحب کون ہیں؟"

"میرا خیال ہے وہ ایک پُرخلوص فوجی افسر ہے۔"

راہنما نے کہا "تھوڑی دیر ٹھہرو سیسیلیا!"

خاتون نے ایسا ہی کیا اور بعض دیگر افراد بھی اُس کے ساتھ چُپ چاپ کھڑے ہو گئے۔

بزرگ نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا

"میں ہنوز یسوع ہوں اور مسیح کی کلیسیا کا ناچیز خادم۔ میرا خیال ہے آپ پُرخلوص اور ہمدرد انسان ہیں۔ اب آپ بتائیں کہ آپ ہم سے کیا طلب کرتے ہیں؟"

"میرا نام مارسلس ہے اور میں شہنشاہ کے محافظ سپاہیوں کا کپتان ہوں۔" "افسوس" — اور یہ کہہ کر بوڑھا آدمی صدمے کی حالت میں کُرسی کی پُشت سے جا ٹکرایا۔ پاس کھڑے ہوئے افراد یاس بھری نگاہوں سے مارسلس کو ٹکر ٹکر دیکھنے لگے، اور خاتون سیسیلیا چلّا کر بولیں "اوہ پولیو! تم نے ہمیں پکڑوا دیا ہے!"

پانچواں باب

مسیحیوں کا راز

مارسلس یہ دیکھ کر حیران ہو گیا کہ اُس کا نام سُنتے ہی وہ اِس قدر خوفزدہ کیوں ہو گئے ہیں۔ قدرے توقف کے بعد وہ بولا

"کیا آپ میری وجہ سے خوفزدہ ہیں؟"

ہنوریئس نے جواب دیا۔ "افسوس! اگرچہ ہم شہر بدر ہیں اور یہاں گویا مُردوں کے ساتھ بود و باش رکھتے ہیں تاہم شہر کے ساتھ ہمارا متواتر رابطہ قائم ہے اور ہمیں پل پل کی خبر ملتی رہتی ہے۔ ہم نے سُنا ہے کہ حکومت ہم لوگوں کی ایذا رسانی کے لئے نئے اقدامات کا عزم رکھتی ہے اور یہ اقدامات پہلے کی نسبت زیادہ سخت اور کڑے ہوں گے۔ نیز ہم نے یہ سُنا ہے کہ آپ کو ہماری بیخ کنی کی مہم پر تعینات کیا گیا ہے۔ اب آپ ہمارے سامنے موجود ہیں۔ کیا ہم خوف کھانے میں حق بجانب نہیں؟ آپ یہاں کیوں آئے ہیں؟ کیا آپ ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ نہیں سکتے؟"

مارسلس نے کہا "اگر میں آپ کا بدترین دشمن بھی ہوتا تو اُس صورت میں بھی آپ کو مجھ سے خائف ہونے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ اِس وقت میں آپ کے قبضے میں ہوں۔ اگر آپ مجھے یہاں نظر بند کرنا چاہیں تو میں فرار نہیں ہو سکتا۔ اگر آپ مجھے مار ڈالنا چاہیں تو میں مزاحمت نہیں کر سکتا۔ میں

آپ سب کے درمیان بے بس اور بیکس ہوں۔ اکیلا چنا کیا خاک بھاڑ پھوڑیگا۔ میرا اکیلا ہونا ہی اِس بات کا ثبوت ہے کہ آپ کو میری طرف سے کوئی خطرہ نہیں۔"

مارسلیتس کی اِس بات سے ہیوریشیس کے چہرے پر دوبارہ اطمینان کی جھلک نظر آنے لگی۔ وہ بولا۔

"آپ بجا کہتے ہیں۔ ہماری مدد کے بغیر آپ کبھی واپس جانے میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔"

مارسلیتس نے کہا" اب آپ اطمینان سے میری بات سُنیں۔ میں یہاں اپنی موجودگی کی وجہ واضح طور پر بیان کرنا چاہتا ہوں۔ میں رومی سپاہی ہوں۔ میں ہسپانیہ میں پیدا ہوا۔ میری پرورش نیکی اور اخلاق کے اصولوں پر کی گئی۔ مجھے یہ تربیت دی گئی کہ میں دیوتاؤں سے خوف کھاؤں اور اپنے فرائض کو حتی المقدور بخیر و خوبی انجام دوں۔

" مجھے بہت سے ممالک میں جانے کا موقع مِلا۔ جہاں میں نے اپنا بیشتر وقت اپنے پیشے کے متعلق یعنی فوجی سرگرمیوں میں گذارا۔ تاہم اِن باتوں کے باوجود میں نے مذہب کو کبھی فراموش نہ کیا۔ جب بھی مجھے موقع مِلتا میں اپنے کمرے میں یونان اور روم کے فلاسفروں کی تصنیفات کا مطالعہ کرتا رہتا تھا اور اُس کا نتیجہ یہ نکلا کہ میں اپنے دیوی دیوتاؤں سے نفرت کرنے لگا کیونکہ میں نے اُنہیں اِنسان سے افضل ہونے کی بجائے خود اپنے آپ سے بھی بدتر پایا۔

افلاطون اور سیسرو کی تصنیفات سے مجھ پر یہ انکشاف ہوا کہ ایک علیٰ اور برتر ہستی ہے جس کی اطاعت اور فرمانبرداری مجھ پر فرض ہے لیکن

سوال یہ ہے کہ میں اُس کی مرضی کو کیسے جان سکتا ہوں تاکہ اُس کی فرمانبرداری کر سکوں ؟

علاوہ ازیں مجھے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ موت کے بعد میں رُوح میں تبدیل ہو جاؤنگا جو غیر فانی ہے ۔ اور میں اکثر سوچتا ہوں کہ کیا میری روح آئندہ زندگی میں راحت میں ہو گی یا عذاب میں ۔ مجھے کس طرح آنے والے جہان میں خوشحالی حاصل ہو سکتی ہے ؟ ہمارے فلسفی اس غیر فانی زندگی کی بڑی رنگین زبان میں تصویر کشی کرتے ہیں مگر مجھ جیسے عام آدمی کی اُسے حاصل کرنے کی راہنمائی نہیں کرتے ۔ لہٰذا بزرگوارم ! میری ساری دوڑ دھوپ اور اس وقت یہاں پر موجودگی کا مدعا یہی اور صرف یہی ہے کہ میں آئندہ زندگی میں اپنی رُوح کے لئے آرام و سکون حاصل کرنے کا طریقہ جان لوں ۔

"میرا خیال ہے کہ ہمارا قدیم مذہب اپنی موت مر چکا ہے ۔ لوگوں کے دلوں سے اُس کی قدر و منزلت اُٹھتی جا رہی ہے ۔ ہمارے پروہت اُن قدیم رسموں کے چکروں میں اُلجھے ہوئے ہیں جن کو وُہ بھی پوری طرح نہیں جانتے ۔ وہ اِس ضمن میں میری راہنمائی نہیں کر سکتے ۔

دُنیا کے بہت سے خطّوں میں مَیں نے مسیحیوں کا ذکر سُنا تھا ، لیکن چونکہ میں اپنی فوجی مصروفیتوں میں اِس قدر ممکن تھا کہ مجھے اُن سے ملاقات کرنے کا موقع نہ مِل سکا ، اور حقیقت تو یہ ہے کہ اِس سے پہلے میں اُن سے ملنے کا اِس قدر مشتاق بھی نہ تھا ۔ یہ خواہش تو حال ہی میں اپنے عروج کو پہنچی ہے ۔ ممکن ہے کہ اِس کی وجہ یہ ہو کہ میں نے اُن کے متعلق افواہیں ہی سُنی تھیں کہ وہ بد اخلاق لوگ ہیں جو پس پردہ ہر طرح کی بدعنوانیوں کے مرتکب ہوتے ہیں ، نیز یہ کہ اُن کے طرزِ زندگی کے عام اصول غدّارانہ ہوتے ہیں ۔ مجھے

افسوس ہے کہ میں اب تک سمجھتا رہا کہ یہ رپورٹیں حقیقت پر مبنی ہیں۔

"لیکن چند دن ہوئے میں تماشا گاہ میں تھا جہاں میں نے پہلی مرتبہ مسیحیوں کے متعلق ذاتی طور پر چند معلومات حاصل کیں۔ وہاں میں نے تماشا گر میسر کو دیکھا۔ یہ ایسا شخص تھا جو اپنے فن میں کمال رکھتا تھا۔ خوف و ہراس اُس کے پاس پھٹکنے بھی نہ پایا تھا۔ اُس نے خونخوار جنگلی درندوں کا مقابلہ کیا اور جلد ہی اُنہیں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ لیکن جب اُسے ایک انسان کو قتل کرنیکا حکم دیا گیا تو اس نے صاف انکار کر دیا حالانکہ وہ جانتا تھا کہ اس انکار سے وہ اپنے لئے موت مول لے رہا ہے۔ اُس نے بتایا کہ اُس کا اعتقاد ہے کہ انسان کو قتل کرنا گناہ ہے اور اُس نے ارتکاب گناہ کی نسبت موت کو اپنے لئے چُن لیا۔

"اُس دن ایک اور بوڑھے شخص کو بھی میں نے دیکھا جس نے نہایت اطمینان سے موت کا خیر مقدم کیا۔ علاوہ ازیں میں نے کمسن لڑکیوں کے ایک گروہ کو دیکھا کہ جب وحشی درندے اُن کی تکا بوٹی کرنے اُن کی طرف لپکے تو اُن کے لبوں پر فتح کا نغمہ تھا۔ مجھے اِس وقت بھی اُس گیت کے الفاظ یاد ہیں

"جو ہم سے محبت رکھتا ہے اور جس نے اپنے خون کے وسیلہ سے ہم کو گناہوں سے خلاصی بخشی۔"

شہیدوں کے حوصلے کے اِس بیان نے سننے والوں پر عجیب اثر کیا۔ اُن کی آنکھیں جوش اور اشتیاق سے چمک اُٹھیں۔ میسر کے ذکر پر انہوں نے پُر معنی نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا اور بوڑھے آدمی کی موت کا حال سُنتے ہوئے سنہوریئس نے اپنا سر احتراماً جھکا دیا، اور جب اُس نے لڑکیوں کے گیت گانے کا ذکر کیا تو اُن سب نے ایک دوسرے سے منہ پھیر لئے تاکہ اُن کے خاموشی سے بہنے والے آنسو دوسروں کو نظر نہ آئیں۔

مارسلس کہہ رہا تھا "اُس دِن زندگی میں پہلی مرتبہ میں نے موت کو مات کھاتے دیکھا۔ میرا خیال ہے کہ سپاہی ہوتے ہوئے میں خود بھی بلا خوف مر سکتا ہوں کیونکہ یہ سپاہی کی تربیت کا ایک حصّہ ہے۔ مگر یہ لوگ سپاہی نہیں تھے، اور اِس کے باوجود اِن میں سے کمسن بچے بھی وہی جذبات وہی احساسات رکھتے تھے جو میسّر اور اُس عمر رسیدہ شخص کے چہرے سے عیاں تھے۔ وہ لوگ یقینی موت کو وحشتناک درندوں کی صورت میں اپنی طرف بڑھتے دیکھ رہے تھے لیکن وہ اُس سے مرعوب اور مغلوب ہونے کی بجائے دلیری سے اُس کی آنکھوں میں جھانک رہے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ میں اِس منظر کو بُھلا نہیں سکا اور نہ تب سے میں کسی اور امر کے متعلق سوچ سکا ہوں۔ چند سوال بار بار میرے ذہن میں اُبھر آتے ہیں۔ اس گیت کے حوالے سے آپ سے پوچھتا ہوں کہ وہ کون ہے جس نے آپ سب سے محبت کی ہے؟ اور وہ کون ہے جس نے آپ کو گناہوں سے خلاصی دی ہے؟ وہ کون ہے جو آپ کو اِس کمال درجے کی ہمّت، طاقت اور ثابت قدمی عطا کرتا ہے؟ وہ کونسی شے یا شخصیّت ہے جو اِس تاریک گورستان میں آپ کی تقویت کا منبع ہے؟ وہ کون ہے جس سے تھوڑی دیر پہلے آپ اس قدر احترام کے ساتھ دعا مناجات کر رہے تھے؟

"مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں آپ لوگوں کو بالکل نیست و نابود کر دوں۔ لیکن میں آپ کے متعلق حقائق کو جانے بغیر ایسا کرنا نہیں چاہتا، لہٰذا میں سب سے بڑے دیوتا کے نام کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میری موجودہ مہم سے آپ کو قطعی کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ براہِ کرم آپ مجھے اپنی قوّت کا راز بتا دیجیئے۔"

ہنوریئس نے کہا "آپ کے الفاظ پُرخلوص ہیں۔ اب میں جان گیا کہ آپ دشمن یا جاسُوس نہیں بلکہ حق کی جستجو میں سرگرداں ہیں۔ میرا ایمان ہے کہ آپ کو خدا کے پاک رُوح نے وہ معلومات حاصل کرنے کو یہاں بھیجا ہے جن کی تحصیل کے آپ مدّت سے آرزومند رہے ہیں۔ خوشی منائیے کیونکہ جو کوئی مسیح کے پاس آئے اُسے ردّ نہ کیا جائے گا۔

"آپ یہاں اُن مرد اور عورتوں کو دیکھ رہے ہیں جو عزّت و دولت، آرام و آسائش، گھربار اور دوست و احباب کو خیرباد کہہ چکے ہیں تاکہ یہاں اپنے ہم ایمان ساتھیوں کی رفاقت میں تنگی اور ترشی میں گذر بسر کریں اور مسلسل خطرے سے دوچار رہیں۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ ان لوگوں کو ان مصائب اور مشکلات کی بالکل پرواہ نہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ مسیح کی خاطر اپنی جان کو بھی خاطر میں نہیں لاتے۔ وہ اپنا سب کچھ اُس پر نثار کرنے کو تیار ہیں جس نے اُن سے محبّت کی ہے۔

مارسلس آپ بجا کہتے ہیں کہ کوئی عظیم قوت ہی ہمیں یہ سب کچھ کرنے کی توفیق عطا کر سکتی ہے اور اس قوت کا راز کسی تعصّب، توہم یا پُرفریب امید کا وقتی جوش و جذبہ نہیں بلکہ یہ قوت حق کو جاننے اور زندہ خدا کے ساتھ محبّت سے پیدا ہوتی ہے۔

"جس شے کی تلاش میں آپ اتنے سالوں سے رہے ہیں وہ ہماری سب سے پیاری اور قیمتی دولت ہے یعنی خداوند مسیح یہ ہمارے دلوں میں محفوظ ہے اور ہماری دانست میں دنیاوی دولت عزّت و مرتبت اور ساری شان و شوکت سے کہیں زیادہ قیمتی ہے اور یہی ہمیں تاریک جگہ میں روشنی اور غم میں خوشی بخشتی ہے۔ یہی ہمیں موت کے

وقت فتح اور غلبہ عطا کرتی ہے۔

"آپ نے چند لمحے پہلے یہ فرمایا تھا کہ آپ اُس ہستی کو جاننا چاہتے ہیں جو سب سے اعلےٰ و افضل ہے۔ اِس کے متعلق میں یہ عرض کر دوں کہ ہمارا ایمان اِسی برتر ذات یعنی خداوند یسوع پر ہے۔ اُس کی قدرت اور عظمت لامحدود ہے۔ اُس کی محبت اور اُس کا رحم بھی اتنا ہی لامحدود ہے۔ یہ ایمان ہمیں اُس کے اس قدر قریب کر دیتا ہے کہ وہ جو ہمارا خالق اور نجات دہندہ ہے ہمارا بہترین دوست راہنما، ہماری اُمید، تسکین بلکہ ہماری حال اور استقبال کی پناہ گاہ بن جاتا ہے۔

"آپ غیر فانی زندگی کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارے پاک صحیفوں میں اُس کا بیان ہے۔ اُن میں ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ خداوند یسوع مسیح پر ایمان رکھنے اور خدا سے محبت رکھ کے ہم آئندہ آسمانی زندگی میں اُس کے حضور ابدی مبارک حالی میں رہینگے۔ یہ پاک نوشتے ہماری ہدایت کرتے ہیں کہ ہم اس زمین پر کس طرح زندگی گذاریں کہ اُس کی خوشنودی حاصل کریں اور ان ہی سے ہم یہ جانتے ہیں کہ موت دشمن ہونے کے باوجود ایماندار کے لئے بے ضرر اور برکت کا باعث ہے کیونکہ یہاں رہنے کی نسبت دوسرے جہان میں مسیح کے ساتھ رہنا کہیں زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ وہاں ہم اُس کی پاک حضوری میں رہیں گے جس نے ہم سے اتنی محبت کی کہ اُس نے اپنے آپ کو ہماری خاطر قربان کر دیا۔"

مارسلس چلا کر بولا "اگر ایسا ہے تو پھر مجھ پر اِس سچائی کو ظاہر کیجئے۔

ہیں سالوں سے اسی سچائی کی تلاش میں ہوں۔ اور اسی کی خاطر میں نے اُس افضل و اعلےٰ دیوتا کے سامنے دعا و مناجات کی تھی۔ میرا خیال ہے کہ جو بڑا بھید میں جاننا چاہتا ہوں آپ اُس سے آشنا ہیں۔ میری زندگی کا مقصد اور نصب العین یہی ہے۔ مہربانی سے مجھے نہ ٹالیں۔ پوری رات ہمارے سامنے ہے۔ مجھے سب کچھ ابھی بتا دیجئے۔ افسوس کا مقام ہے کہ گو خدائے برحق نے انسان پر یہ سب کچھ آشکارا کیا ہے تو بھی میں تا حال اُس سے قطعی نا آشنا ہوں۔"

بھائیوں کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو چمک رہے تھے۔ سنورئیس نے زیرِ لب اس متلاشی کے لئے شکر گذاری کی دعا کی، نیز یہ کہ خدا اُس پر سچائی کو ظاہر کر دے۔ اُس کے بعد اُس نے نہایت ادب و احترام سے پاک صحیفے کو ہاتھوں میں لیا۔ وہ کہہ رہا تھا "عزیز نوجوان! یہ وہ زندگی بخش کلام ہے جو خدا کی طرف سے نازل ہوا اور جو انسان کو بے بیان خوشی اور اطمینان عطا کرتا ہے۔ اور وہ سب کچھ مہیّا کرتا ہے جس کی انسانی روح بھوکی ہے۔ ان ہی الٰہی الفاظ میں وہ سارے خزانے مخفی ہیں جو کسی اور جگہ دستیاب نہیں ہو سکتے۔ اور خواہ کوئی پوری عمر اس پر غور کرتا رہے۔ اس کے اندر چھپے ہوئے حقائق کے معانی کو کُلّی طور پہ نہیں پہچان سکتا۔"

تب سنورئیس نے کتاب کھول کر مارسلس کو خداوند یسوعؑ مسیح کے متعلق بتانا شروع کیا۔ اُس نے اپنے بیان کو باغِ عدن میں اُس وعدے سے شروع کیا جو خدا نے انسان کے ساتھ کیا تھا کہ وہ اُس کی نسل کو بچانے کے لئے ایک ایسا شخص بھیجے گا جو شیطان کے سر

کچلے گا۔

پھر اُس نے نبیوں کے طویل سلسلے کا ذکر کیا جو مسیح موعود سے پہلے بھیجے گئے تھے۔ اُس نے اُس برگزیدہ قوم کا بھی حال بتایا جس کے وسیلہ سے خدا نے حق کے علم کو برقرار اور اپنے عجیب کاموں کی یاد کو تازہ رکھا۔ پھر اُس نے اُس پیشگوئی کو پڑھا کہ ابن خدا کنواری سے پیدا ہوگا۔ بعد میں اُس نے اُس کی پیدائش، اُس کے بچپن، اُس کی علانیہ خدمت کے آغاز، اُس کے معجزات اور تعلیمات کا حال سُنایا۔ اِن سب اُمور کا بیان اس نے پاک نوشتے سے پڑھ کر سُنایا کہیں کہیں وہ مختصر الفاظ میں بعض نکات کی وضاحت بھی کرتا جاتا تھا۔

اسکے بعد اُس نے اِس امر کا بیان کیا کہ خداوند یسوع کو بعض لوگوں نے کس طرح شک کی نگاہوں سے دیکھا اور کس طرح وہ اُسکو ایذا پہنچانے میں بدل وجاں کوشاں رہے جسکا نتیجہ یہ ہُوا کہ جلد ہی اُسے پکڑوا دیا گیا اور اُس پر صلیبی موت کی سزا کا حکم ہُوا۔ تب ہنوریئس نے اُسے کلام پاک میں سے کلوری پر صلیبی موت کا سارا واقعہ پڑھ کر سُنایا۔

مارسلس پر اس کا جو اثر ہُوا اُسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اُسے یُوں محسوس ہو رہا تھا گویا اُس کے دماغ میں مختلف مسائل کی اُلجھنیں یکے بعد دیگرے سلجھتی جا رہی ہوں۔ خدا کی پاکیزگی اور قدوسیت، اُس کا عدل وانصاف جو سزا کا مطالبہ کرتا ہے، اُس کا صبر جس نے سب کچھ برداشت کیا، اُس کا رحم جس نے اپنی مخلوق کو اُس غضب اور ہلاکت سے بچانے کی ترکیب نکالی۔ ہاں اب وہ سمجھ گیا تھا کہ چونکہ خدا سراسر پاک اور قدوس ہے اس لئے انسان کا گناہ اُس کی نظر میں گھنونا اور مکروہ ہے، اور چونکہ وہ عادل ہے اِس لئے اُس کا انصاف گناہ کی سزا کا مطالبہ کرتا ہے۔

اب ہنوریئس کلوری کے واقعے میں اس ذاتِ الٰہی کے صبر کا ذکر

کہہ رہا تھا۔ جس نے تمام تر اذیت اور جانکنی کو بے چون و چرا برداشت کیا۔ اِس کے بعد اُس نے اُن زخموں کا بھی ذکر کیا جن کے باعث اُس نے بنی نوع انسان کو اُس ہلاکت سے بچا لیا جو انہوں نے خود اپنے لئے کھڑی کر لی تھی۔

اب مارسلس خدا کی حیرت انگیز محبت کو قدر سے جان گیا تھا جس کی وجہ سے اُس نے اپنا اکلوتا بیٹا بخش دیا تاکہ وہ فدیہ دے کر جہان کو بچا لے۔ اب ہنوریئس کلوری کی غمناک داستان کے آخر میں صلیبی کلمات میں سے ذیل کے الفاظ پڑھ رہا تھا

"اے میرے خدا! اے میرے خدا! تُو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟" اور بعد میں مسیح کی فاتحانہ پکار یعنی "تمام ہُوا" یہ الفاظ سُن کر مارسلس کے آنسو بہنے لگے۔

ہنوریئس سے بھی رہا نہ گیا۔ اُس نے اپنی پُرنم آنکھوں سے دیکھا کہ قوی ہیکل نوجوان جھکا ہُوا سسکیاں لے رہا ہے۔ اُس کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو رواں ہیں اور اُس کا جسم فرطِ جذبات سے کپکپا رہا ہے۔

مارسلس نے روتے روتے کہا "بزرگوار رُک جائیے۔ میں اُس عظیم ہستی پر غور کروں۔ جس نے ہم سے محبت کی اور ہماری خاطر اپنی جان قربان کر دی۔"

یہ کہہ کر اُس نے اپنا چہرہ اپنے ہاتھوں سے چھپا لیا۔ ہنوریئس نے اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اُٹھائیں اور اُس کے حق میں دُعا کی۔ دونوں اب اکیلے تھے۔ طاق میں دھرے ہوئے لیمپ کی مدھم روشنی میں وہ اِسی طرح خاصی دیر تک بیٹھے رہے۔

بالآخر مارسلس نے سر اُٹھایا اور بولا

"مجھے یہ احساس ہو رہا ہے کہ اس پاک اور بے عیب ہستی کو اذیت پہنچانے میں میرا بھی ہاتھ تھا۔ براہِ کرم اُس زندگی بخش کلام میں سے مزید پڑھ کر سنائیے کیونکہ مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ اس کلام پر میری زندگی کا انحصار ہے۔"

ہنوریئس نے دوبارہ یسوع مسیح کے مصلوب اور دفن ہونے کا بیان پڑھا۔ لیکن اِس مرتبہ اس کے ساتھ ہی تیسرے دن مسیح کے جی اُٹھنے اور اُس کے حضور یعنی آسمان پر جانے کا ذکر کیا۔ پھر عیدِ پنتکست کے روز رُوح القُدس کے نزول کا واقعہ بھی سُنایا۔ جس سے ایمانداروں کی جماعت ایک جان اور ایک بدن بن جاتی ہے۔ نیز اُس نے یہ بھی بیان کیا کہ کس طرح ایمانداروں کے باطن میں پاک رُوح کی حضوری اُن کے تن بدن کو خدا کے مسکن میں تبدیل کر دیتی ہے۔ اور اِسی پاک روح کے سبب سے وہ تائب گناہگاروں کے سامنے مسیح کو پیش کر سکتے ہیں اور اپنے مسیحی کردار سے مسیح کے نام کو اُونچا کر سکتے ہیں۔

ہنوریئس نے یہیں پر ختم نہ کیا بلکہ اُس نے مارسلس کی تشفّی و تسکین کے لئے مسیح کے وہ الفاظ پڑھے جس میں اس نے گناہگار کو اپنے پاس بُلایا ہے۔ ہنوریئس نے اُسے یہ یقین دلایا کہ جونہی وہ مسیح کو قبول کریگا وہ اُسی دم ابدی زندگی کا وارث بن جائے گا۔

مزید برآں اُس نے اُسے نئی پیدائش کے تجربے سے روشناس کرایا اور اُن وعدوں کو پڑھ کر سُنایا جن میں ذکر ہے کہ مسیح اپنی آمدِ ثانی پر اپنے خون خریدے ایمانداروں کو لینے کے لئے آئے گا۔

یہ سُن کر مارسلس یکایک پکار اُٹھا "یہ خُدا کا کلام ہے۔ یہ آسمانی

بلاسٹ ہے۔ میرا دل ہر اُس لفظ پر دھڑک اُٹھا تھا جو آپ کی وساطت سے میرے کانوں تک پہنچا ہے۔ اب میری آنکھوں کے دھندلکے دُور ہو گئے ہیں اور میرے دماغ سے سارے شک و شبہے جاتے رہے ہیں۔ بالآخر میں نے اپنے آپ کو پہچان لیا ہے۔ مَیں پہلے اپنے آپ کو نیک اور راست شخص تصوّر کرتا تھا مگر اب نہیں، کیونکہ اُس مقدس ہستی کے سامنے جس کا ذکر آپ نے کیا ہے میں اور میری نیکیاں سب کوڑا کرکٹ کے برابر ہیں۔ میں یہ بھی جان گیا ہوں کہ جس سچائی کا آپ نے ذکر کیا ہے وہی ابد تک قائم رہنے والی سچائی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ مَیں جو اس قدر گیا گذرا ناپاک اور گنہگار ہوں کس طرح اِس نجات کو حاصل کر سکتا ہوں؟ کیا میرے لئے کوئی اُمید ہے؟ کیا میں بھی بچ سکتا ہوں؟

ہنورئیس نے کہا "بے شک مسیح یسوع دنیا میں گنہگاروں اور کھوئے ہوؤں کو بچانے ہی کے لئے آیا تھا۔"

"مجھے بتائیے کہ میں اُس کو کس طرح قبول کر سکتا ہوں؟"

"اگر تو اپنی زبان سے یسوع کے خداوند ہونے کا اقرار کرے اور اپنے دل سے ایمان لائے کہ خدا نے اُسے مُردوں میں سے جِلایا تو نجات پائے گا۔ کیونکہ راستبازی کے لئے ایمان لانا دل سے ہوتا ہے اور نجات کے لئے اقرار منہ سے کیا جاتا ہے۔"

"لیکن کیا مجھے اِن ہاتھوں سے کچھ کرنے کی ضرورت نہیں؟"

"تم کو ایمان کے وسیلے سے فضل ہی سے نجات ملی ہے۔ اور یہ تمہاری طرف سے نہیں، خدا کی بخشش ہے اور نہ اعمال کے سبب سے ہے تاکہ کوئی فخر نہ کرے .... گناہ کی مزدوری موت ہے۔ مگر خدا کی بخشش ہمارے

خداوند مسیح یسوع میں ہمیشہ کی زندگی ہے۔"

"لیکن کیا میں کوئی قربانی وغیرہ نہیں دے سکتا؟"

"میرے عزیز! اُس نے خود ہمارے گناہوں کے لئے ہمیشہ کے واسطے ایک ہی مرتبہ قربانی دے دی ہے اور اب وہ خدا کے دہنے ہاتھ بیٹھا ہے۔ وہ ان سب کو جو خدا کے پاس اُس کے نام سے آتے ہیں بچانے پر قادر ہے کیونکہ وہ اُن کی شفاعت کرنے کے لئے ہمیشہ زندہ ہے۔"

"آہ اگر میں اُس کے سامنے جانے کی جسارت کر سکتا ہوں تو آپ میری رہبری کریں۔ مجھے وہ لفظ سکھائیں جو اِس موقع کے لئے معقول اور مناسب ہیں۔"

چنانچہ اُس کمرے کی مدھم روشنی اور سنجیدہ خاموشی میں سنوریس اور مارسلس گھٹنوں کے بل ہو گئے۔ اُس بزرگ مسیحی کی آواز خدا کے حضور دُعا میں بلند ہوئی۔ دعا کا ہر لفظ مارسلس کو اپنے دل کی آواز اور رُوح کی طلب محسوس ہُوا۔ اُس پُراعتقاد اور پُرخلوص دعا کی قدرت سے اُسے اپنی رُوح آسمان کی طرف اُٹھتی ہوئی محسوس ہوئی۔ پھر وہ خود دعا کرنے کے لئے بیتاب ہُوا۔ مگر اپنی گنہگاری کے شدید احساس کی وجہ سے اُس نے اپنے ساتھی پر اعتماد کیا کہ وہی اُس کی فریاد کو خدائے بزرگ کے حضور میں پیش کرے۔ لیکن آخر کار اُس کے دل کی آرزو غالب آئی۔ ہچکچاتے اور کانپتے ایمان نے تقویت پائی اور جب سنوریس نے دعا ختم کر کے "آمین" کہا تو اُس کے لب ہلے اور اُس کے دِل کی پکار نے الفاظ کا روپ دھارا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"اے خدا میں اعتقاد رکھتا ہوں، تُو میری بے اعتقادی کا علاج کر۔"

اب خدا اور انسان کے درمیان واحد درمیانی مسیح خداوند اُس کا ذاتی نجات دہندہ بن چکا تھا۔

اُس کے بعد سپوریس نے کلام پاک میں سے مسیح خداوند کا یہ فرمان پڑھا:

"میں سچ کہتا ہوں کہ جو میرا کلام سُنتا اور میرے بھیجنے والے کا یقین کرتا ہے ہمیشہ کی زندگی اُس کی ہے اور اُس پر سزا کا حکم نہیں ہوتا بلکہ وہ موت سے نکل کر زندگی میں داخل ہو گیا ہے۔"

"اور میں اُنہیں (یعنی اپنی بھیڑوں کو) ہمیشہ کی زندگی بخشتا ہوں اور وہ ابد تک کبھی ہلاک نہ ہوں گی اور کوئی اُنہیں میرے ہاتھ سے چھین نہ لے گا۔"

مارسلس نے یہ باتیں بڑے شوق سے سنیں، اُن پر یقین کیا اور اُس کا دل بے بیان خوشی سے اُچھلنے لگا۔

اُن دونوں کو وقت کا کوئی احساس نہ رہا تھا۔ کئی گھنٹے گذر گئے تھے اور وہ ابھی تک عبادت گاہ میں روحانی امور پر گفت و شنید میں مصروف تھے۔ جب سورج کی پہلی کرنیں دوبارہ زمین پر نور بکھیرنے لگیں تو زیر زمین اُس تنگ و تار کمرے میں مارسلس کی روح پر ایک جلالی دن طلوع ہو چکا تھا۔ اُس کے گناہوں کا بوجھ دُور ہو چکا تھا۔ اُس کی ساری بے چینی جاتی رہی تھی کیونکہ خداوند یسوع مسیح کے اطمینان نے اُس کے دل کو معمور کر دیا تھا۔

اب وہ مسیحیوں کے راز کو پا چکا تھا اور وہ بھی یسوع کا رضا کار غلام بن چکا تھا۔ مسیحیوں کے ساتھ اُس کی یگانگت تھی اور اب وہ اُن کے ساتھ ہم آواز ہو کر گا سکتا تھا:

"جو ہم سے محبت رکھتا ہے
اور جس نے اپنے خون کے وسیلہ سے ہم کو گناہوں سے مخلصی بخشی۔
اُس کا جلال اور سلطنت ابد الآباد رہے۔ آمین۔"

چھٹا باب

گواہوں کا بادل

جب مارسلس اور ہنوریئس تھوڑی دیر آرام کر چکے تو ہنوریئس نے اُس کے پاس آکر اُسے تہہ خانوں کا وہ علاقہ دکھانے کی پیشکش کی جہاں وہ سب رہتے تھے۔ مارسلس بڑے اشتیاق سے اُٹھ کر اُس کے ساتھ ہو لیا۔

سب سے پہلی بات جس سے وہ متاثر ہوا وہ اُن لوگوں کی تعداد تھی جن سے اُن کی اس قلیل وقت میں ملاقات ہوئی۔ وہ جانتا تھا کہ مسیحیوں کی تعداد خاصی ہے تاہم اُسے یہ علم نہ تھا کہ اُن میں سے اتنی کثیر تعداد میں اس قدر ہمّت و حوصلہ ہوگا کہ اِس جگہ میں قیام کی مصیبتوں کو گلے لگا لیں۔ اُس دن اُسے معلوم ہوا کہ اُن کی تعداد ہزاروں تک پہنچی تھی اور وہ لوگ جنہیں اُس نے عبادت گاہ میں دیکھا تھا ان تہہ خانوں کے پناہ گزینوں کا تھوڑا ہی حصّہ تھا۔

اُن کے گرد و پیش قبریں ہی قبریں تھیں۔ وہ اپنے گرد مدفون لوگوں میں بھی اُتنی ہی دلچسپی لے رہا تھا جتنی زندوں میں۔ قبروں کے پاس سے گزرتے ہوئے وہ اُن کے کتبوں پر کندہ الفاظ کو بغور پڑھنے لگا۔ اُن سب میں اُسے قوی ایمان اور بلند اُمید کی جھلک نظر آئی۔ چونکہ ہنوریئس

کو خود بھی اِن مقدّس یادگاروں سے دلی عقیدت تھی اس لیئے وہ اُس کے لیئے ہم خیال ساتھی ثابت ہُوا ۔ مارسلسؔ کی گہری دلچسپی کو مدِّنظر رکھتے ہوئے اس نے ایک قبر کی طرف اشارہ کیا " یہاں بھی حق کی گواہی دینے والا دلاور آرام فرما ہے "

مارسلسؔ نے اُس قبر پر ذیل کے الفاظ پڑھے :

پرمیتیئسؔ

محوِ آرامِ ابدی

لاتعداد اذیّتیں سہنے والا دلاور شہید ۔ عمر تقریباً ۳۸ سال

اُسکی بیوی نے یہ قبر اپنے پیارے خاوند کیلئے تعمیر کرائی ۔

ہنوریئسؔ نے کہا " یہ کتبے ہماری راہنمائی کرتے ہیں کہ مسیحیوں کو کس طرح جان دینی چاہیئے ۔ اِدھر بھی یہ ایک ایسے جوان کی قبر ہے جس نے پرمیتیئسؔ کی طرح بے شمار دُکھ اُٹھائے ۔ اس پہ الفاظ تھے :

پولُسؔ

جسے شدید جسمانی اذیّتیں پہنچا کر مار اگیا تاکہ وہ آئندہ

جہان میں ابدی اطمینان کی مبارک حالی میں رہے ۔

ہنوریئسؔ کہہ رہا تھا " وہ ایک بڑی بلند کردار خاتون کی قبر ہے جس کی شہادت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسیح اپنی کمزور بندیوں کو بھی بوقت

ضرورت، موقع کے مطابق ہمت، طاقت اور ثابت قدمی عطا کرتا ہے۔
قبر پر ذیل کے الفاظ کندہ تھے:۔

کلیمینشیا

جس نے دُکھ اُٹھائے۔ وفات پائی۔ اطمینان سے سوتی ہے۔ پھر زندہ ہوگی۔

ہنوریئس مارسلّس کی تشفی کے لئے کہہ رہا تھا
"موت کے وقت ایماندار کی رُوح انسانی جسم سے نکل کر خداوند یسوع کے حضور حاضر ہو جاتی ہے۔ خداوند کی آمد ثانی جو کسی لمحے بھی ہو سکتی ہے ہماری مبارک اور پُرجلال امید ہے۔ تب خداوند خود آسمان سے للکار اور مقرب فرشتہ کی آواز اور خدا کے نرسنگے کے ساتھ اُتر آئے گا اور پہلے تو وہ جو مسیح میں موئے جی اُٹھیں گے۔ پھر ہم جو زندہ باقی ہونگے اس کے ساتھ بادلوں پر اُٹھائے جائیں گے۔ تاکہ ہوا میں خداوند کا استقبال کریں اور اس طرح ہمیشہ خداوند کے ساتھ رہیں گے ـــــ یہ دیکھو یہ کانستنس کی قبر ہے۔ جو دو مرتبہ آزمائش میں ثابت قدم رہا۔ کیونکہ جب اُس کے لئے زہر کا پیالہ موت کا ذریعہ نہ بن سکا تو تلوار سے اُس کا سر قلم کیا گیا۔ مارسلّس نے اس کی قبر پر ذیل کے الفاظ پڑھے:۔

کانستنس

جس کے لئے مہلک زہر کا پیالہ زندگی کے تاج کا

وسیلہ نہ بن سکا اور یہ شرف بالآخر لوہے کی تلوار کی دھار کو حاصل ہوا۔

غرض وہ اسی طرح اُن قبروں کی تحریریں پڑھتے گئے جو ان کے گرد و پیش پھیلی ہوئی تھیں۔ مارسلس کے لئے شہدا کے اسمائے گرامی مسیحی کلیسیا کی تاریخ تھی۔ کتبوں کے مختصر الفاظ اُن کے بلند کردار کو جلی حروف میں پیش کر رہے تھے۔ اُن کے پڑھنے سے اُس کے دل میں نئے جذبات سر اٹھانے لگے۔ بعض قبروں پر ناتجربہ کار ہاتھوں نے تصاویر بنانے کی بھی کوشش کی تھی اور یہ تصویریں مرحوموں سے محبت اور عقیدت کی غمّاز ی کرتی تھیں۔ بیشتر قبروں پر چھوٹے بڑے حروف املا کی غلطیاں اِس امر کی نشاندہی کرتی تھیں کہ انجیلِ جلیل کا بیش بہا خزانہ بالخصوص غریب اور علیم لوگوں کے پاس ہے" جسم کے لحاظ سے بہت سے حکیم بہت سے اختیار والے بہت سے اشراف نہیں بلائے گئے بلکہ خدا نے دنیا کے حقیروں اور بیوجودوں کو چُن لیا"

بعض قبروں پر یہ نشان ☩ بھی کندہ تھا یہ یونانی زبان میں "مسیح" اور "خداوند" کے الفاظ کے حروف پر مشتمل ہے۔ بعض کے ساتھ کھجور کی ڈالیاں بھی بنائی گئی تھیں جو ابدی زندگی اور فتح کی علامت ہیں۔ نیز یہ کھجور کی اُن ڈالیوں کی طرف اشارہ کرتی ہیں جو اگلے جہان میں شہیدوں کے ہاتھوں میں ہوں گی جب وہ برّے کے تخت کے گرد کھڑے اُس کی حمد و ثنا گائینگے"

مارسلس نے ایک اور قبر کی طرف جس پر بحری جہاز کی تصویر بنی تھی اشارہ کرتے ہوئے پوچھا

" اِس نشان کا کیا مطلب ہے؟"

"یہ اس امر کو ظاہر کرتا ہے کہ نجات یافتہ رُوح اِس زمین سے رحلت کر کے گویا بحری جہاز میں طوفانوں کا مقابلہ کر کے اپنی منزلِ مقصود یعنی آسمانی بندرگاہ میں پہنچ چکی ہے۔"

"اور اس مچھلی کے نشان سے کیا مراد ہے جو کئی قبروں پر کندہ ہے؟"

"یہ نشان اِس لئے استعمال کیا جاتا ہے کہ یونانی زبان میں مچھلی کے لئے جو لفظ استعمال کیا جاتا ہے وہ اُن الفاظ کے شروع کے حرفوں سے بنا ہے جو مسیحیوں کی تابناک اُمید اور اُس کے عقیدے کی اہم کڑی ہیں۔

یونانی زبان میں مچھلی کا لفظ یوں "ιχθύς" لکھا جاتا ہے۔ اور اِن حروف میں پہلے حرف "ι" سے وہ لفظ شروع ہوتا ہے جس کا مطلب یسوع ہے۔ اور "χ" سے وہ لفظ جس کا اُردو میں ترجمہ مسیح ہے اور اسی طرح "θ" اور "υ" سے ابنِ خدا کے الفاظ اور "s" سے لفظ نجات دہندہ کا آغاز ہوتا ہے۔ اس طرح مچھلی کی تصویر "یسوع مسیح ابن خدا نجات دہندہ" کے الفاظ کو پیش کرتی ہے۔"

مارسلس بولا

"اس بحری جہاز اور اِس بڑے سمندری شیطان سے کیا مُراد ہے؟"

ہنوریئس نے اُسے کتاب مُقدّس میں مذکور یوناہ نبی کا دلچسپ واقعہ سُنایا کہ یوناہ کی مچھلی کے پیٹ سے رہائی مسیحی کو قبر اور پاتال سے رہائی کی اُمید کی یاد دلاتی ہے اور جی اُٹھنے کی اُمید ایسی پُرجلال ہے کہ اُس سے ہمیں بے بیان تسکین اور قلبی راحت حاصل ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسیحی اِس امید کی یاد دہانی کرنے اور کرانے کے لئے مختلف قسم کے نشانات استعمال کرتے ہیں۔ وہ دیکھو اُس قبر پر اِسی سچائی کے اظہار کے لئے کبوتر کو استعمال کیا گیا ہے جو حضرت نوحؑ کے پاس زیتون کی شاخ چونچ میں لایا تھا۔" پھر

اُس نے طوفانِ نوح کا سارا واقعہ تفصیل کے ساتھ مارسلّس کو سنایا تاکہ وہ اِس علامت کو بخوبی ذہن نشین کر سکے۔

پھر اُس نے کہا

"لیکن ان تمام نشانات میں سے کوئی اس قدر واضح نہیں جتنا یہ نشان"

یہ کہتے ہوئے اُس نے ایک قبر پر اشارہ کیا جس پر لعزر کے قبر میں سے جی اُٹھنے کی تصویر بنی تھی۔ سنوریئس کہنے لگا

"یہ نشان بھی ہماری اُمید اور ایمان کی علامت ہے جس کے ذریعے مسیحی خواہ وہ زندگی میں کتنے ہی خطرات سے دوچار کیوں نہ ہوا پنے آسمانی گھر کی حوصلہ افزا اُمید کے دامن کو کبھی نہیں چھوڑتا۔ اور وہ دیکھو اُس قبر پر مُرغ کی شبیہہ کندہ کی گئی ہے جو مسیحی کو بیدار اور ہشیار رہنے کی ترغیب دیتی ہے کیونکہ ہمارے خداوند نے خود فرمایا

'جاگتے اور دعا کرتے رہو'۔

اور ہاں یہ برّے کی تصویر خداوند مسیح کی معصومیت اور حلم مزاجی کی علامت ہے۔ علاوہ ازیں یہ ہمیں خدا کے برّے یعنی خداوند کی یاد دلاتی ہے جس نے ہمارے گناہ اپنے اُوپر اُٹھا لئے اور جس کی قربانی سے ہم معافی، راستبازی اور غیر فانی زندگی پاتے ہیں۔ اور اس قبر پر نہایت سادگی سے صرف الفا اور اومیگا کے یونانی حروف کندہ ہیں۔ یہ لفظ جیسا آپ جانتے ہیں یونانی حروف تہجی میں یہ پہلے اور آخری حرف ہیں اور اس لحاظ سے خداوند کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو اوّل اور آخر ہے کیونکہ اُس نے خود فرمایا

'میں الفا اور اومیگا ہوں'۔

"اس قبر پر بنا ہوا تاج ہمیں اُس نہ مرجھانے والے تاج کی یاد دلاتا ہے جو وہ عادل منصف خود ہمیں آئندہ جہاں میں عطا کرے گا۔ سنور ریئس نے کہا "ہم اپنے اردگرد اِن تقویت بخش علامات کو پسند کرتے ہیں تاکہ اس آنے والی خوشی پہ نظر رکھ سکیں جو اپنی آئندہ زندگی میں ہمیں ہمیشہ کے لئے نصیب ہوگی۔ یہ نشانات ہماری مدد کرتے ہیں کہ ہم اپنے گردوپیش کی تاریکی کو بھول کر ایمان کے وسیلے سے اگلے جہاں کے اُس نور اور ابدی جلال کا نظارہ کریں۔"

مارسلس ایک قبر کے پاس رُک کر بولا

"یہ الفاظ تو میرے حق میں پیشگوئی معلوم ہوتے ہیں۔ ممکن ہے مجھے بھی اِس شخص کی طرح مسیح کی گواہی دینی پڑے۔ خدا کرے میں بھی اس سپاہی کی مانند وفادار ثابت ہوسکوں۔ اُس قبر پر یہ الفاظ تحریر تھے:

مبارک ہیں وہ مُردے جو مسیح میں سوتے ہیں۔

ماریئس

شہنشاہ ادریان کے عہد میں یہ جوان فوجی افسر رہا۔ جس نے مسیح کے نام پر اپنا خون بہایا اور اطمینان کی موت مرا۔ اُس کے دوستوں نے اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر محبت سے یہ قبر تیار کی۔

سنور ریئس بولا

مسیح نے کہا ہے "دنیا میں مصیبت اُٹھاتے ہو لیکن خاطر جمع رکھو میں دنیا پر غالب آیا ہوں۔"

ہمارے خداوند نے ہماری مدد کرنے کا وعدہ کیا ہے اور جیسا ہمارا وقت ہو ویسی ہی طاقت کا وعدہ ہم سے کیا گیا ہے اور اُسی کا فضل ہمارے لئے کافی ہے۔

مارسنس بولا "خدا کرے اس جوان افسر کی طرح میں بھی آزمائش میں پورا اُتروں اور اُسی کی طرح مسیح کی خاطر دلیری سے جان دے دوں۔ میرے نزدیک اپنے ہم ایمان بھائیوں کے ساتھ ایسے الفاظ والی قبر میں محوِ آرام ہونا سیسیلیاہ میٹیلا کے مزار کے اعزاز سے زیادہ قابل قبول ہے۔

اَب میں نے جان لیا ہے کہ مسیحی کے لئے موت کوئی ہیبت نہیں رکھتی۔ اُس کے لئے یہ مبارک آرام کی حالت ہے جس میں وہ بعد ازاں خداوند کی آمد ثانی پر دوبارہ جی اُٹھنے کا منتظر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کے اندر موت خوف کی بجائے فتح اور آرام کے خیالات ہی کو بیدار کرتی ہے۔"

اب وہ دونوں کئی اور قبروں کے پاس سے گذر رہے تھے اور مارسنس نے چلتے چلتے کتبوں پر نظر دوڑائی۔

ایلیسس کی آرام گاہ

ذو تیکس یہاں آرام فرما ہے

اسٹیکس مسیح میں محوِ آرام ہے

مارتیر یا ابدی آرام کی نیند سوتی ہے

وِدالیہ مسیح کے اطمینان میں محوِ آرام

تب ہنوریئس بولا " ان کتبوں میں سے بعض مرحوم کی عادات و فضائل پر روشنی ڈالتے ہیں مثلاً انہیں دیکھو

مکسیمیئس
وہ اپنی تنتیس سالہ زندگی میں سب کا دوست تھا

گورگونیئس
نومبر کی پانچ تاریخ کو مسیح میں سو گیا۔ وہ سب کا دوست اور کسی کا دشمن نہ تھا۔

ہنوریئس نے کہا "ان کے علاوہ یہاں کئی قبریں ایسی بھی ہیں جن کے الفاظ مرحوم کی ذاتی صفات اور گھریلو زندگی کے تجربات پر بھی روشنی ڈالتے ہیں۔

سیسیلیاہ پلاسندہ
کی یاد میں

جس کے ساتھ میں نے زندگی کے دس برس بغیر تکرار کے مسیح یسوع ابنِ خدا اور منجی میں گذارے۔ وہ کمال کی یادداشت رکھتی تھی۔ یہ قبر اُس کے خاوند سیسیلیس نے تعمیر کرائی۔

اب مارسلس نے ایک اور قبر کی طرف اشارہ کر کے کہا "یہ کسی مشفق باپ کے الفاظ ہیں۔"

سویریس

لارنس کی طرف سے اپنے عزیز ترین فرزند سویریس کے نام جسے فرشتگان ۷ جنوری کو اپنے ساتھ آسمان پر لے گئے۔

"اور یہ کسی ایمان دار کی بیوی کی طرف سے ہے۔"

دومیطیس

یہاں آرام فرما ہے۔ لیتاہ نے یہ قبر بنوائی۔

ہنوریئس بولا "ہاں مسیح پر ایمان لانے کے باعث ایماندار کو ایک نئی الٰہی فطرت ملتی ہے۔ یہ رُوح القُدس کا عطیہ ہے۔ وہی اُس کے دل میں خدا کی محبّت ڈالتا ہے جس کی وجہ سے ایمان دار اپنے عزیزوں اور دوستوں کے ساتھ زیادہ محبّت اور شفقت سے پیش آتا ہے۔ بلاشک پرانی انسانیت اُس کے اندر موجود رہتی ہے مگر وہ زور نہیں پکڑ سکتی اور نہ دوسری نئی فطرت پر غلبہ پا سکتی ہے۔"

تب اُنہوں نے چلتے چلتے کئی ایسے کتبے دیکھے جن میں مرحوموں سے اعلیٰ محبّت کا اظہار کیا گیا تھا۔ مثلاً

سمپولیس

جس کی یادیں باکمال اور خوشگوار ہیں۔ اُس نے ۲۳ سال ایک ماہ اور ۱۳ دن عمر پائی۔ اُسکے بھائی نے یہ یادگار بنوائی۔

کالپوریس

محبت کا مستحق اور قابل قدر بیٹا۔ عمر ۵ سال ۸ ماہ اور ۱۰ دن۔ ۱۳ جون کو اطمینان کے ساتھ ابدی آرام میں داخل ہوا۔

مارسلّس بولا "اِس بچے کی قبر پر الفاظ کے ساتھ اطمینان اور جلال کی علامات کو بھی دکھایا گیا ہے۔" اُس نے قبر کی طرف اشارہ کیا جس پر پھولوں کا تاج اور کبوتر کی تصویر کندہ تھی اور اُس کے ساتھ ذیل کے الفاظ تھے

ریسپیکٹس

اطمینان سے سوتا ہے
وُہ ۵ سال اور ۸ ماہ زندہ رہا۔

ہنوریئس نے کہا "بعض قبروں میں تین افراد بھی ایک ساتھ محوِ آرام ہیں اور بعض جگہوں میں بہت بڑی تعداد دفن ہے کیونکہ جب ایذا رسانی زوروں پر ہو تو ہر فرد پر انفرادی توجہ دینی مشکل بلکہ ناممکن ہو جاتی ہے۔ اُدھر دیکھو وہ بہت سے شہدا کی ایک ہی آرام گاہ ہے۔ ان کے نام نامعلوم ہیں لیکن اُن کی بابرکت یاد ہمیں عزیز ہے۔" یہ کہہ کر اُس نے ایک کتبے کی طرف اشارہ کیا۔ اُس پر یہ الفاظ تھے:۔

مارسلّا

اور پانچ سو پچاس دیگر شہید۔ جنہوں نے مسیح کے نام کی خاطر جان دی۔

مارسلّس نے کہا "اور یہ بڑا کتبہ اور اس کے الفاظ ہمارے دل کی

آوازہ معلوم ہوتے ہیں۔ یہ کتبہ پڑھ کر ان کے دل بہت متاثر ہوئے:۔
"مسیح کے نام میں سکندر مرا نہیں۔ بلکہ ستاروں سے اُوپر زندہ جاوید ہے۔ اُس کا جسم اِس جگہ آرام فرما ہے۔ وُہ شہنشاہ انتونینے کے عہد میں شہید ہُوا گو سکندر کی قابل قدر خدمات سلطنت کے لئے بہت مفید ثابت ہو سکتی تھیں جس امر سے شہنشاہ بھی بخوبی آگاہ تھا۔ تاہم وہ شہنشاہ کے قہر و تشدد ہی کا نشانہ بنا۔ جب وہ گھٹنوں کے بل دُعا کر رہا تھا تو اُسے گرفتار کر کے قتل کر دیا گیا۔"

آہ یہ کیسا دَور ہے جس میں نہ ہم غاروں میں محفوظ ہیں نہ اپنی عبادت کی پاک رسوم ادا کر سکتے ہیں۔ ایسی زندگی کو زندگی کہنا اس لفظ کی بےعزتی ہے۔ اس سے زیادہ بدحالی اور کیا ہو سکتی ہے اور اس موت سے زیادہ بدتر کونسی موت ہے کیونکہ عزیز و احباب لاشوں کو دفن بھی نہیں کر سکتے، لیکن آخر کار وہ آسمان پر ستاروں کی مانند چمکیں گے۔

تب سنورنیس نے ایک قبر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا

"یہ ایک نہایت ہی ہر دلعزیز ایماندار بھائی کی آرام گاہ ہے۔ اس کی یاد ابھی تک ہماری کلیساؤں میں سرسبز ہے۔ ہم اس بھائی کی سالگرہ کی برسی پر اسی جگہ محبت کی ضیافت منایں گے۔ اِس موقع پر مختلف طبقوں، مرتبوں، زبانوں اور قبیلوں کے اختلافات کی بندشوں کو نظرانداز کر دیا جاتا ہے اور ہم سب مسیح یسوع کی رفاقت اور یگانگت کے خاص احساسات کے تحت جمع ہوتے ہیں۔ اس وقت اس حقیقت کو بالخصوص پیش نظر رکھتے ہیں کہ مسیح نے ہم سب سے محبت کی ہے لہٰذا ہمیں بھی ایک دوسرے محبت رکھنی چاہیئے"

جس برادرانہ محبت کی طرف ہنوریئس اشارہ کر رہا تھا، اِس گورستان کے قلیل مدتِ قیام میں بھی مارسلس اُس کی کئی مثالیں دیکھ چکا تھا۔ اُس کی ملاقات یہاں ہر عمر اور ہر درجے سے تعلق رکھنے والے مرد، عورت اور بچّے سے ہوئی تھی۔ اُن میں سے بعض ایسے تھے جو یہاں آنے سے پہلے رومؔ میں بلند مرتبت عہدوں پر فائز رہ چکے تھے مگر یہاں وہ اُن سے دوستانہ میل جول روا رکھتے تھے جو اُنکے مقابلے میں غلاموں سے کچھ ہی بہتر ہوں گے۔ اور بعض ایسے تھے جو کسی وقت خود ظالم اور بے رحم ایذا رساں تھے مگر اب اُن ہی کے ساتھ شیر و شکر تھے جو کبھی اُن کی نفرت وحقارت کا نشانہ تھے۔ مثلاً یہودی ربی جو شریعت کے اُس جوئے سے جو اُس کی برداشت سے باہر تھا آزاد ہو کر آج اُسی شخص کے ساتھ ہاتھ میں ہاتھ ڈالے پھر رہا تھا جسے وہ کبھی غیر قوم کہہ کر اس سے منہ پھیر لیا کرتا تھا۔ اب یونانی نے انجیل کی بیوقوفی کو دانائی میں بدلتے دیکھ لیا تھا اور وہ نفرت جو کبھی یسوؔع کے پیروکاروں کے لئے اُس کے دل میں تھی اَب محبت میں تبدیل ہو چکی تھی۔ بلکہ مسیحی محبت کی قوّت کے سامنے خود غرضی، نفرت مرتبے کی خواہش، غرض انسانی زندگی کے سب ادنےٰ جذبات نابود ہو چکے تھے۔ مسیحی ایمان اپنی تمام تر معموری کے ساتھ اُن کے دلوں میں سکونت کرتا تھا۔ اس کے بابرکت اثرات کسی جگہ اتنے نمایاں نہیں تھے جتنے یہاں پر۔

اس لئے نہیں کہ آزمائشوں کا زور کم ہو گیا تھا بلکہ اِس لئے کہ ایذا رسانی سب کے لئے یکساں بھاری تھی۔ اس نے اُنہیں دنیاوی دولت واملاک

سے محروم کر دیا تھا۔ اپنے مشترکہ غم اور مصیبت اور مسیح کی محبت کے بندھن نے اُنہیں ایک دوسرے کے بہت قریب کر دیا تھا۔

ہنوریس بولا" سچے خدا کی پرستش جھوٹے دیوتاؤں کی پوجا پاٹ سے قطعی مختلف ہے۔ کافر پجاری مندر میں جاکر گنہگار پروہت کو درمیانی سمجھ کر شیاطین کے سامنے بار بار قربانیاں چڑھاتا ہے۔ ایسی قربانیاں اُسے اُس کے گناہ سے پاک نہیں کر سکتیں لیکن اِس کے برعکس ہمارے خداوند مسیح نے اپنے آپ کو ہمیشہ کے لئے مرتبہ قربان کر دیا۔ اب اُس کے پیروکاروں میں ہر ایک کی مسیح خداوند کے وسیلے سے جو آسمان پر ہمارا سردار کاہن ہے خدا کے حضور رسائی ہے۔

اسی لئے جہاں تک پرستش کا تعلق ہے ہمارے لئے عبادت گاہوں کا ہونا نہ ہونا کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا۔ آسمان خدا کا تخت ہے اور کائنات اُس کا مسکن، لہٰذا بندگانِ خدا میں سے ہر ایک جہاں اور جس وقت جی چاہے دعا میں اپنی آواز بلند کر سکتے ہیں۔ وہ عبادت گاہ کے بغیر بھی رُوح اور سچائی سے اُس کی پرستش کر سکتے ہیں۔"

یہ سفر خاصا لمبا تھا اور خاصی دیر جاری رہا۔ گو مارسلس کو علم تھا کہ ان تہ خانوں کا علاقہ چھوٹا نہیں تاہم اُسے حقیقتِ حال کی خبر نہ تھی۔ اُسے رقبے کی وسعت پر حیرت ہو رہی تھی۔ اُسے بتایا گیا کہ وہ وسیع و عریض علاقہ جو اُس نے دیکھا ہے گورستان پورے رقبے کا فقط ایک حصّہ ہے۔

گذرگاہ کی اوسط اونچائی ۸ فٹ تھی لیکن بہت سی جگہوں میں یہ اونچائی ۱۲ یا ۱۵ فٹ تک پہنچتی تھی۔ ایسی جگہوں پر عبادت گاہیں اور کمرے رہنے والوں کو زیادہ کھلی جگہ مہیا کرتے تھے جہاں وہ زیادہ آرام سے آجا سکتے تھے۔ علاوہ

ازیں بعض مقامات پر چھت میں تنگ سوراخ بنا دیئے گئے تھے جن سے روشنی کی مدھم کرنیں نیچے آتی تھیں۔ ایسی جگہیں رہائش کی بجائے تھوڑی دیر ستانے کے لئے استعمال کی جاتی تھیں۔ کیونکہ دن کی روشنی کی موجودگی خواہ وہ کتنی ہی مدھم کیوں نہ ہو اُن کے لئے بے بیان خوشی کا باعث تھی۔

مارسلّس نے دیکھا کہ بعض جگہوں کے گرد دیوار کی وجہ سے گذرگاہ اچانک بند ہو گئی تھی۔ لیکن یہاں سے اور راستے اُس دیوار کے گرد چکر کھا کر نکلتے تھے۔

"یہ دیوار سے گھرا ہُوا حصّہ کیا چیز ہے؟"

یہ ایک رومی مقبرہ ہے۔ جب مزدور کھدائی کرتے یہاں پہنچے اور اچانک اُنہیں اس کا علم ہُوا تو اُنہوں نے کھدائی بند کر کے اِس کے گرد دیوار کھڑی کر دی۔ یہ اس لئے نہیں کہ وہ اُس پر ہاتھ ڈالنے سے ڈرتے تھے بلکہ اس لئے کہ مسیحی اپنے خداوند کے اِس فرمان پر ہر صورت میں عمل کرنا چاہتے تھے: "اُن سے نکل کر الگ رہو اور ناپاک چیز کو نہ چھوؤ" اس لئے انہوں نے کافروں کی قبروں کو بھی الگ کر دیا۔

مارسلّس نے کہا "ہمارے گرد ایذا رسانی زوروں پر ہے اور ہم یہاں بند پڑے ہیں۔ خدا کے بندے کب تک پراگندہ رہیں گے اور ہمارے دشمن کب تک ہمیں ہراساں کرتے رہیں گے؟"

ہنوریئس نے جواب دیا "یہ تمہاری نہیں بلکہ ہم میں سے بہتوں کی دِلی پکار ہے، لیکن گِلہ شکوہ کرنا مناسب نہیں۔ وہ جانتا ہے کہ ہمارے لئے کیا بہتر ہے۔ علاوہ ازیں کیا یہ اُس کی مہربانی نہیں کہ ہم سالہا سال اس سلطنت میں پھلتے پھولتے رہے ہیں؟ یہ سچ ہے کہ گاہے گاہے

ایذا رسانیاں ہوتی رہی ہیں جن میں ہزار ہا افراد نے شدید جسمانی اذیت میں جانیں دی ہیں۔ لیکن پھر ان کا زور ختم ہوگیا اور کلیسیا بدستور اطمینان سے ترقی کرتی رہی۔

"ایذا رسانی کے کچھ فوائد بھی ہیں۔ ان کے باعث بندگان خدا پاک کئے جاتے ہیں اور ان سے اُن کے ایمان کو تقویت پہنچتی ہے۔ مارسلس، ہم اُس کے ہاتھوں میں ہیں اور وہ ہمیں کسی ایسی مصیبت میں نہ پڑنے دیگا جس کی ہم تاب نہ لاسکیں۔ آؤ جاگتے اور دُعا کرتے رہیں۔ موجودہ حالات سے یہ صاف ظاہر ہے کہ دنیا کے لئے وہ ہولناک دن جس کی پیشگوئی مدت سے کی گئی ہے قریب آرہا ہے۔"

غرض یہ سفر اسی طرح کی بات چیت کے ساتھ جاری رہا اور مارسلس خدا کی سچائی اور اُس کے لوگوں کے روحانی تجربات کے متعلق اپنی معلومات میں اضافہ کرتا رہا۔ اُن کی محبت، اُن کی پاکیزگی، اُن کا صبر و تحمل اور اُن کا ایمان اُس کو روح کی گہرائی تک متاثر کر رہا تھا۔

اُس کا اپنا روحانی تجربہ بھی وقتی نہ تھا۔ اِس جگہ کا ہر منظر اُس کو اِس امر کی ترغیب دلا رہا تھا کہ وہ مسیحیوں کا ہم ایمان بن کر اُن کے اِس جہان میں تاریک مقدر اور اگلے جہان میں پُرجلال اُمید میں شریک ہو جائے۔

اِس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ آنے والے اتوار سے پہلے اُسے باپ، بیٹا اور رُوح القُدس کے نام سے بپتسمہ دیا گیا۔ اگلے روز وہ خداوند کی پاک میز کے گرد دیگر مسیحی بھائیوں میں شامل تھا۔ انہوں نے خداوند کی یاد میں نہایت سادگی لیکن بڑی عقیدت سے اِس رسم کو منایا۔ ہنوز عیسیٰ

نے شکرانے کی دُعا کی اور ہمارسلس نے زندگی میں پہلی مرتبہ روٹی اور مے کو مسیح کے بدن اور خون کی علامت جان کر کھایا پیا۔ آخر میں ایک زبور گانے کے بعد لوگ برخاست ہو گئے۔

ساتواں باب

ایمان کا اقرار

نوجوان فوجی افسر مارسلس کو معلوماتی مہم پر گھر سے نکلے چار دن ہو گئے تھے۔ یہ چار دن بڑے معرکہ خیز تھے اور اُس کی زندگی میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتے تھے۔ اِن ہی چار دن کی کارکردگی پہ اُس کی آئندہ زندگی کی خوشحالی اور بدحالی کا دارومدار تھا۔

اب وہ اپنی زندگی کے دوراہے پر کھڑا تھا۔ ایک طرف عزت و شہرت، دولت و ثروت اُس کے منتظر تھے تو دوسری طرف طرح طرح کی اذیتیں اور مشکلات منہ کھولے کھڑی تھیں۔ لیکن حق کے سلسلے میں اُس کی روح کی تلاش رائیگاں نہ گئی وہ رُوح القدس کی نئی پیدائش کے تجربے کو بھی حاصل کر چکا تھا اور یہی وجہ تھی کہ اُس نے بلا تامل اپنے لئے مشکلات سے پٹے پڑے راستے کو چُن لیا تھا۔ اُس نے خدا کے بندوں کے ساتھ مصائب اُٹھانے کو گناہ کی لذتوں سے وقتی طور پہ لطف اندوز ہونے پر ترجیح دی۔ اُس نے عہد کر لیا کہ وہ کبھی اِس فیصلے سے اِدھر اُدھر نہیں ہو گا۔

وہاں سے واپسی سے جلد ہی بعد اُس نے جنرل کے ہاں حاضری دی

اور بتایا کہ وہ مسیحیوں کے متعلق معلومات حاصل کرنے گیا تھا اور چار دن اسی کام میں مصروف رہا ہے۔ وہ اس اثنا میں اُن کے ساتھ قیام کرتا رہا ہے اور اُس نے اُن کی عادات، حرکات و سکنات کا قریب سے مشاہدہ کیا ہے، لیکن اُس نے اُن کو سزا کے لائق نہیں پایا، لہٰذا وہ اُن کی گرفتاری کے حکم کی تعمیل نہ کر سکے گا۔ اس پر جنرل کو اس قدر غصہ آیا کہ اُس نے اُسے فوراً وہاں سے نکال دیا اور کہا کہ وہ اپنی قیام گاہ جا کر فیصلے کا انتظار کرے۔

وہ واپس آ کر اپنے کمرے میں بیٹھا اسی معاملے سے متعلق سوچوں میں غرق تھا کہ اُس کا دوست لوکلس دروازے پر ہلکی سی دستک دے کر اندر داخل ہُوا۔ وہ مارسلس کو بڑے تپاک اور گرمجوشی سے ملا مگر وہ خاصہ پریشان دکھائی دے رہا تھا۔ اُس نے کہا "میں جنرل صاحب کے پاس سے تمہارے لئے پیغام لایا ہوں۔ لیکن پہلے یہ تو بتاؤ کہ تم نے کیا کیا ہے؟"

اس پر مارسلس نے اُن چار دنوں کی آپ بیتی شروع سے لے کر آخر تک تفصیل کے ساتھ کہہ سُنائی اور اُس نے اپنی تبدیلیٔ مذہب کا بیان نہایت پُرزور لہجے میں کیا۔ نئے مذہب کے موضوع پر گفتگو کے دوران اُس کے چہرے پر گہری سنجیدگی کے تاثرات نمایاں تھے جو اس امر کے شاہد تھے کہ اُس کے دل پر رُوح القدس کے کام کا انمٹ نقش ہے۔

پھر اُس نے جنرل صاحب کے ساتھ اپنی ملاقات کا ذکر کرتے ہُوئے کہا "مَیں نے جلد ہی اُنہیں اپنے فیصلے سے آگاہ کرنا مناسب سمجھا۔ جب میں ان کے کمرے میں داخل ہُوا تو مجھے اپنے اقدام کی اہمیّت کا پورا پورا احساس تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ میرے فیصلے کو غدّاری سمجھا جائے گا جس کی سزا یقینی موت ہو گی۔ تاہم میں اپنے خیالات کا اظہار کرنا لازم سمجھتا تھا تاکہ وہ

میرے متعلق کسی غلط فہمی میں نہ رہیں اور اس کے سوا مجھے کوئی چارہ نظر نہیں آتا تھا۔

"جنرل صاحب نے بڑی گرمجوشی سے میرا خیر مقدم کیا۔ اُن کا خیال تھا کہ مجھے اپنی مہم میں بڑی نمایاں کامیابی ہوئی ہوگی۔ اُنہوں نے جب اُسکے متعلق سوال کیا تو میں نے بتایا کہ میں مسیحیوں کی گرفتاری کا حکم نامہ حاصل کرنے کے دوسرے دن اُن کے متعلق معلومات حاصل کرنے نکل کھڑا ہُوا تھا۔ پُورے چار دن میں اُن کے ساتھ رہا ہوں اور اُن کے درمیان رہ کر میں ذاتی مشاہدے کی بنا پر اپنی رائے کو بدلنے پر مجبور ہو گیا ہوں۔ میں نے اُنہیں حکومت کے دشمن اور موت کے مستحق سمجھا تھا مگر اس کے برعکس اُنہیں پاکباز اور شہنشاہ کے وفادار پایا ہے۔ میں اپنی تلوار کو اُن کے خلاف نہیں اُٹھا سکتا۔ ایسا کرنے سے پہلے میں اپنے عہدے سے دستبردار ہو سکتا ہے۔"

جنرل صاحب بولے "سپاہی کے احساسات کو اُس کے فرائض کی انجام دہی میں مداخلت کرنے کا کوئی حق نہیں۔"

میں نے جواب دیا "لیکن حضور جو فرائض خدا کی طرف سے مجھ پر عاید ہوتے ہیں وہ انسان کے احکام سے یقیناً زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔"

اس پر وہ طیش میں آکر بولے "کیا مسیحیوں کے ساتھ ہمدردی نے تمہیں دیوانہ کر دیا ہے؟ کیا تم نہیں جانتے کہ یہ غدّاری ہے؟"

میں نے سر جھکا کر عرض کی "حضور، مَیں اس کے نتائج بھگتنے کو تیار ہوں۔" اس پر وہ غصّے سے لال پیلے ہو گئے اور گرج کر بولے

"اَے جلد باز جوان۔ اپنے کمرے میں چلے جاؤ۔ میں وہیں تمہیں اپنے

فیصلے سے آگاہ کر دوں گا۔"

لوکلس بے حس و حرکت بیٹھا تھا۔ لیکن اُس کے چہرے پر گہری حیرت اور اُداسی کے تاثرات اُس کے دل کی اندرونی کیفیت کو بیان کر رہے تھے۔ مارسلس نے کہا

"پس میں اُن کے حکم کے مطابق سیدھا یہاں چلا آیا اور فیصلے کا انتظار کر رہا ہوں۔"

لوکلس انتہائی افسردہ لہجے میں بولا

"سچ تو یہ ہے کہ میں اور تم دونوں جانتے ہیں کہ وہ فیصلہ کیا ہوگا۔ رومی قوانین تو عام دنوں میں بھی اٹل ہوتے ہیں اور ان دنوں تو مسیحیوں کے خلاف حکومت کا قہر اپنے عروج پر ہے۔ اگر تم اپنی موجودہ روشن پر قائم رہو تو تمہیں اُس قہر کے سامنے ہتھیار ڈالنے پڑیں گے۔"

"مجبوری ہے۔ میں تمہارے سامنے اپنی وجوہات پیش کر چکا ہوں۔"

"مارسلس، میں تمہاری پُرخلوص اور بے لوث فطرت کو جانتا ہوں کہ تمہارا دل و دماغ مخلصانہ عبادت اور پارسائی کی طرف مائل رہا ہے۔ تم فلسفے کی کتب میں بلند کردار خیالات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے رہے ہو۔ میں پوچھتا ہوں کہ کیا وہ تمہاری تسکین و تشفی نہیں کر سکتے؟ اس مصلوب یہودی کی نفرت انگیز تعلیمات پر کیوں فریفتہ ہو گئے ہو؟"

"جس فلسفے کا تم ذکر کر رہے ہو اُس نے کبھی مجھے آسودہ خاطر اور مطمئن نہیں کیا۔ تم خود جانتے ہو کہ اس میں کوئی ٹھوس حقیقت نہیں جس پر انسانی رُوح تکیہ کر سکے۔ اس کے برعکس مسیحیت خدا کی وہ سچائی ہے جسے اُس نے خود انسانی جسم اختیار کر کے انسان پر آشکارا کیا اور اپنی

جان کے فدیئے کے ذریعے اُس پر تقدیس کی مہر کی۔"

"تم تو مجھے مسیحی مذہب کا پُورا عقیدہ سنانے لگے۔ میں اعتراف کرتا ہوں کہ تمہاری زبانی وہ خاصا پُرکشش اور قابلِ قبول معلوم ہوتا ہے۔ مگر میرا خیال ہے کہ یہ محض اُس جوش و جذبے کی بدولت ہے جس کے ساتھ تم اُسے بیان کرتے ہو۔ اور اگر سارے مسیحی اُسکے متعلق تمہارے جیسی گرمجوشی کا مظاہرہ کرتے ہیں تو ممکن ہے یہ مذہب دنیا کے لئے بابرکت ثابت ہو۔ لیکن میں اِس وقت مذہب پر مباحثہ کرنے نہیں آیا بلکہ تمہیں کچھ سمجھانے آیا ہوں۔ میرے دوست، تم ایک نازک موڑ پر کھڑے ہو۔ تمہاری عزّت، تمہارا عہدہ بلکہ تمہاری زندگی سب کچھ خطرے میں ہے۔ ذرا غور تو کرو کہ تم کیا کر بیٹھے ہو؟ تم ایک ذمہ دار فوجی افسر ہو جسے ایک اہم مہم پر روانہ کیا گیا تھا اور یہ توقع کی گئی تھی کہ تم مفید مطلب معلومات کے ساتھ لوٹو گے، مگر تم واپس آکر نہ صرف معلومات مہیا کرنے سے انکار کرتے ہو بلکہ یہ مژدہ سناتے ہو کہ تم دشمن کے ساتھ جا ملے ہو۔ ذرا ٹھنڈے دل سے سوچو کہ اگر سپاہی کو یہ آزادی مل جائے کہ جس سے جی چاہے جنگ کرے اور جس کو جی چاہے چھوڑے تو فوجی نظام قائم رہ سکتا ہے؟ یہاں سپاہی کو کسی حکم کے صحیح یا غلط ہونے سے کوئی نسبت نہیں ہوتی۔ اُسے تو فقط اُس کی تعمیل کرنی ہوتی ہے، بے چون و چرا تعمیل۔

کیا یہ درست نہیں؟"

"بالکل درست!"

"تمہارے سامنے مسئلہ یہ نہیں کہ تم فلسفے کا انتخاب کرو گے یا مسیحیت کا بلکہ یہ کہ تم رومی فوج کے سپاہی رہو گے یا مسیحی۔ کیونکہ فی زمانہ تم بیک وقت

مسیحی اور فوجی افسر نہیں رہ سکتے۔ تمہیں دونوں میں سے کسی ایک کا گلا گھونٹنا پڑے گا۔ یہی نہیں بلکہ اگر تم مسیحی رہنے پر اصرار کرو تو تمہیں اُن کے مقدّر کا شریک بھی ہونا پڑے گا۔ کسی بھول میں نہ رہنا کہ تمہاری امتیازی حیثیت کی وجہ سے قانون میں کوئی لچک پیدا کر کے تمہیں رعایت دی جائے گی۔ اور مسئلے کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اگر تم فیصلہ بدل کر فوج میں اسی عہدے پہ فائز رہنے کو ترجیح دو تو تمہیں مسیحیوں کے خلاف تلوار اُٹھانی پڑے گی۔"

"بے شک۔"

"مارسلس، مجھے یہ کہنے کی اجازت دو کہ تم بڑی سنگین خطا کے مرتکب ہوئے ہو مگر تمہارے فراخ دل دوست اس کو نظر انداز بلکہ فراموش کرنے کو تیار ہیں۔ میں تمہاری پُرخلوص اور جوشیلی طبیعت سے بخوبی آشنا ہوں اور اسی لئے میں نے جنرل صاحب کے سامنے تمہاری سفارش بھی کی ہے، اور چونکہ اُن کے دل میں بھی تمہاری سپاہیانہ صلاحیتوں کی قدر ہے اس لئے وُہ بھی تمہیں معاف کر دینے کو تیار ہیں لیکن چند شرائط کے ساتھ!"

"وہ شرائط کیا ہیں؟"

"معاملے کی سنگینی کے پیشِ نظر اِن چند شرائط کو کڑی نہیں کہا جا سکتا۔ اُن کا کہنا ہے کہ تم اِن چار دنوں کو اپنے ذہن سے مٹا دو۔ از سرِ نو اپنی مہم کو سنبھال لو اور سپاہیوں کو لے کر مسیحیوں کی گرفتاری کے حکم کی تعمیل کرو تو تمہیں معاف کر دیا جائے گا۔

مارسلس اپنی کرسی سے اُٹھا اور لوکلس کے سامنے کھڑا ہو کر بولا

"لوکلس تم میرے عزیز دوست ہو۔ میں تمہاری اُلفت اور وفا کے لئے دل سے ممنون ہوں مگر میرے اندر ایک ایسا جذبہ موجزن ہے جس

جس سے تم آشنا نہیں۔ وہ حکومت کے تمام تر اعزازات سے زیادہ قوی ہے۔ یہ جذبہ خدا کی محبت کا جذبہ ہے۔ اسی کی خاطر میں اپنا سب کچھ عزت، دولت، بلکہ زندگی تک قربان کر دینے کو تیار ہوں۔ میں مسیحی ہوں اور رہوں گا۔ میرا فیصلہ اٹل ہے۔"

لمحہ بھر کے لئے لوکلس فرطِ غم و حیرت سے کچھ نہ کہہ سکا۔ وہ جانتا تھا کہ مارسلس جس بات کا عزم کر لے اُسے پورا کر کے دم لیتا ہے۔ اُسے اس کے اس رویّے سے دلی صدمہ ہوا تھا کہ اُس کو "راہِ راست پر لانے کے لئے اُس کی ساری کوششیں رائیگاں ثابت ہوئی ہیں۔ وہ حیران و پریشان خاموش بیٹھا اُسے تکتا رہا۔

قدرے توقف کے بعد اُس نے اپنی مساعی کو جاری رکھتے ہوئے از سرِ نو اُسے اُس ہولناک خطرے سے آگاہ کیا جو اُسے درپیش تھا۔ اس نے مسیحیت سے کنارہ کشی کرنے کے لئے ہر ممکن دلیلیں پیش کیں مگر مارسلس ٹس سے مس نہ ہوا۔ آخر کار لوکلس مایوس ہو کر اُٹھ کھڑا ہوا اور نہایت غمزدہ لہجے میں بولا۔

"تم تقدیر کو آزمائش میں ڈال کر دیوانوں کی طرح ایک ہولناک انجام کی طرف دوڑے جا رہے ہو۔ ہر نعمت اور ہر مسرت تمہارے سامنے ہے مگر تم اُسے رد کر کے کوتاہ بخت، شہر بدر لوگوں میں شامل ہونا چاہتے ہو۔ میں نے تمہیں مزید غلط قدم اُٹھانے سے باز رکھنے کی کوشش کر کے دوستی کا حق ادا کر دیا ہے مگر صد افسوس کہ مجھے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ تم کہتے ہو کہ تمہارا فیصلہ اٹل ہے۔ اگر ایسا ہے تو تمہارے لئے جنرل کی طرف سے سزا کا حکم بھی اٹل ہے، اور وہ یہ ہے کہ تمہیں تمہارے عہدے سے برطرف کیا جاتا ہے، اور چونکہ تم اعلانیہ اقرار کرتے ہو کہ تم مسیحی

ہو لہٰذا کل تمہیں گرفتار کر کے سزا کے لئے قانونی کارروائی شروع کر دی جائے گی۔

"مگر میں اپنی طرف سے پھر کہتا ہوں کہ آج اور کل میں چند گھنٹے باقی ہیں۔ تم فرار ہو سکتے ہو۔ چلو میں اپنے دل کو کسی قدر تسکین پہنچانے کو یہ کہہ لیا کروں گا کہ میں نے فرار ہونے میں اپنے دوست کی مدد کی تھی۔ تم فوراً یہاں سے بھاگ جاؤ۔ ایک ایک پل قیمتی ہے۔ اور ہاں تم جانتے ہو کہ دنیا بھر میں صرف ایک جگہ ہی ایسی ہے جہاں تم قیصر کی دسترس سے محفوظ رہ سکتے ہو اور وہ ہے زمین دوز قبرستان۔"

مارسلس نے یہ الفاظ نہایت سنجیدگی سے سُنے۔ اُس نے بڑی اُداسی سے فوجی افسر کی وہ شاندار وردی جسے اُس نے ایک دن بڑے فخر سے زیب تن کیا تھا اُتار کر علیحدہ رکھ دی۔ اب وہ عام آدمی کے سادہ لباس میں اپنے دوست کے سامنے کھڑا تھا۔ وہ بولا

"لوکلس میں تمہاری دوستی اور وفاداری کو کبھی فراموش نہ کر سکوں گا۔ کاش ہم دونوں اکٹھے فرار ہو سکتے تو دونوں کی دعائیں ایک ساتھ اُس کے حضور بلند ہوتیں جس کی میں خدمت کرتا ہوں۔ لیکن اب وقت کم ہے۔ مجھے چلنا چاہیئے۔"

"مارسلس، ممکن ہے ہم زندگی میں پھر کبھی نہ مل سکیں، لیکن اگر کبھی تمہیں کوئی ضرورت یا سخت خطرہ ہو تو تم مجھ پر اعتماد کر سکتے ہو۔ خدا حافظ۔"

"خدا حافظ"

یہ کہہ کر دونوں جوان ایک دوسرے سے بغلگیر ہوئے پھر مارسلس وہاں سے روانہ ہو گیا۔

وہ فوجی کیمپ سے نکل کر چلتے چلتے مرکزِ مباحثہ عوامی جلسہ گاہ تک پہنچا۔ اُس کے گرد و پیش شاندار مندر، برج، گنبد، ستون اور دیگر عمارات تھیں۔ اِن میں قصرِ شاہی امتیازی حیثیت رکھتا تھا سفید براق سنگِ مرمر سے بنا ہوا یہ محل اپنے سنہری آرائشی نقش و نگار کے ساتھ ہر دیکھنے والے کو دعوتِ نظارہ دے رہا تھا۔ اُس کے ایک طرف گول تماشا گاہ کی بلند دیواریں تھیں جن سے ذرا آگے سکون کا مندر تھا، اور دوسری طرف کیپٹولیان کی تاریخی چوٹی تھی جس کے اُوپر بنے ہوئے مندر اُس کا خاص طرّہ امتیاز تھے۔

مارسلس نے کوہ کیپٹولیان کا رُخ کیا۔ غالباً وہ اپنی زیرِ زمین منزل پر پہنچنے سے پہلے شہرِ روم کا نظارہ کرنا چاہتا تھا لہٰذا وہ پہاڑ کی عمودی چڑھائی کو طے کرنے لگا۔ اب وہ اِس کی چوٹی پر پہنچ چکا تھا۔ یہ جگہ جہاں وہ کھڑا تھا ایک وسیع و عریض چبوترہ تھا جس کا فرش سنگِ مرمر کا تھا اور جس کے اردگرد شاندار مندر تھے۔

اِس چوٹی کی بلندی سے اُس نے اپنے اردگرد کے مناظر پر نگاہ دوڑائی۔ اُس کے ایک طرف کیمپس مارتیاس تھا جس کی حد بندی دریائے ٹائبر کرتا تھا جو اپنے طغیانی خیز زرد پانی کے ساتھ جھومتا جھامتا بحیرہ روم میں جا گرتا تھا۔ دیگر سب اطراف میں شہری آبادی کے شمار دُور تک نظر آ رہے تھے یہاں تک کہ یہ آبادی دیہاتی علاقوں میں جا پہنچی تھی۔

اُس نے شہرِ روم پر پھر نظر ڈالی۔ مندر، گنبد اور یادگاروں کے مینار اپنے سر فخر سے اُٹھائے کھڑے تھے۔ گلیوں میں ہر قدم پر دیوتاؤں کے بُت اور مورتیاں تھیں۔ جنہوں نے شہر میں آرٹ کی الگ دنیا آباد

کر رہی تھی۔ فوارے پانی اچھال اچھال کر فضا میں موتی برسا رہے تھے۔ سڑکوں پر رتھوں کی آمد و رفت، چاک و چوبند رومی فوجی دستوں کی گشت ایک عجب سماں پیش کر رہی تھی۔ غرض اس سامراجی شہر میں ہر طرف زندگی کی بیقرار لہر رقص کرتی نظر آتی تھی۔

میدانی علاقہ دور تک پھیلا ہوا تھا جس پر جا بجا دیہات اور لاتعداد گھر تھے۔ ان کے دیکھنے سے یہ تاثر ملتا تھا کہ یہ رہائش گاہیں سکون اور آسودہ حالی کے مسکن ہیں۔ اُس کے ایک طرف اپنائن کے نیلگوں پہاڑ تھے۔ اُونچی اُونچی چوٹیاں گویا برف کی ٹوپیاں پہنے کھڑی تھیں اور دوسری طرف بحیرۂ روم کی بے تاب لہریں بار بار ساحل کے ساتھ ٹکرا رہی تھیں کہ یکایک ایک للکار نے اُسے چونکا دیا۔ اُس نے مُڑ کر نگاہ کی اور پرانے لباس میں ایک ضعیف آدمی کو دیکھا۔ جس کی حرکات و سکنات، خصوصاً پھٹی پھٹی نگاہیں اِس امر کی شاہد تھیں کہ وہ نیم پاگل ہے۔ اب وہ شہر کی طرف اشارہ کر کے خوفناک انداز میں پکار اُٹھا

"بڑا شہر بابل گر پڑا اور شیاطین کا مسکن اور ہر ناپاک رُوح کا اڈہ اور ہر ناپاک اور مکروہ پرندہ کا اڈہ ہو گیا۔

اُس کی بدکاریاں خُدا کو یاد آ گئی ہیں۔ جیسا اُس نے کیا ویسا ہی تم بھی اُس کے ساتھ کرو اور اُسے اُس کے کاموں کا دوچند بدلہ دو۔ اور جس قدر اُس نے اپنے آپ کو شاندار بنایا اور عیاشی کی تھی اُسی قدر اُس کو عذاب اور غم میں ڈال دو۔

اس لئے اُس پر ایک ہی دن میں آفتیں آئیں گی یعنی موت اور غم اور کال اور وہ آگ میں جلا کر خاک کر دی جائے گی کیونکہ اُس کا انصاف

کرنے والا خداوند قوی ہے..... زمین کے بادشاہ جب اُس کے جلنے کا دھواں دیکھیں گے تو اُس کے لئے روئیں گے اور چھاتی پیٹیں گے اور اُس کے عذاب کے ڈر سے دُور کھڑے ہوئے کہیں گے۔

اَے بڑے شہر! اے بابل! اَے مضبوط شہر! افسوس! افسوس گھڑی ہی بھر میں تجھے سزا مل گئی۔

اور زمین کے سوداگر جو اس کے سبب سے مال دار بن گئے تھے اُس کے عذاب کے خوف سے دُور کھڑے ہوئے روئیں گے اور غم کریں گے اور کہیں گے:

"افسوس! افسوس! وُہ بڑا شہر جو مہین کتانی اور ارغوانی اور قرمزی کپڑے پہنے ہوئے اور سونے اور جواہر اور موتیوں سے آراستہ تھا گھڑی ہی بھر میں اُس کی اتنی بڑی دولت برباد ہو گئی۔ اور سب ناخدا اور جہاز کے سب مسافر اور ملّاح اور جتنے سمندر کا کام کرتے ہیں، جب اُس کے جلنے کا دھواں دیکھیں گے تو دُور کھڑے ہوئے چلائیں گے اور کہینگے کونسا شہر اِس بڑے شہر کی مانند ہے! اور اپنے سروں پر خاک ڈالینگے اور روتے ہوئے اور ماتم کرتے ہوئے چلّا چلّا کر کہیں گے:

"افسوس! افسوس وہ بڑا شہر جس کی دولت سے سمندر کے سب جہاز والے دولت مند ہو گئے گھڑی ہی بھر میں اُجڑ گیا۔

اَے آسمان اور اَے مقدّسو اور رسولو اور نبیو! اُس پر خوشی کرو کیونکہ خدا نے انصاف کر کے اُس سے تمہارا بدلہ لے لیا۔"

دیکھتے ہی دیکھتے بوڑھے آدمی کے گرد حیرت زدہ لوگوں کا ہجوم اکٹھا ہو گیا۔ لیکن عین اُس وقت جب اُس نے بولنا بند کیا تو چند سپاہی وہاں

پہنچ گئے اور اُنہوں نے فوراً اُسے اپنی حراست میں لے لیا۔ یہ دیکھ کر مارسلّس گہری فکرمندی سے دل ہی دل میں کہہ رہا تھا

"اِس میں شک نہیں کہ یہ کوئی مسیحی ہے اور شدید غم کی وجہ سے اُس کے ہوش ٹھکانے نہیں۔"

سپاہیوں کے ساتھ جاتے ہوئے بھی وہ بوڑھا آدمی ہاتھ ہلا ہلا کر اپنے سننے والوں پر لعنت ملامت کرتا جاتا تھا اور مُہبت سے لوگ اُس کے پیچھے چلّاتے ہوئے اُس کا مذاق اُڑا رہے تھے۔ پھر رفتہ رفتہ اُن کا شور کم ہوتا چلا گیا۔

مارسلّس نے سوچا "وقت بہت کم ہے۔ بہتر ہے کہ میں یہاں سے چلتا بنوں۔"

آٹھواں باب

تہ خانوں میں گذرِ اوقات

تہ خانوں میں واپس آنے پر بھائیوں نے مارسلّس کا خوشی کے آنسوؤں کے ساتھ خیر مقدم کیا۔ جلد ہی اُس نے اُنہیں بتایا کہ کس طرح اُس کے لئے بھی اِس جگہ میں قیام کے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔ اِسی سلسلے میں اُس نے افسرانِ بالا کے ساتھ اپنی ملاقات کا ذکر کیا۔ اُن سب نے بڑی سنجیدگی سے اُس کے بیان کو سُنا۔ اُنہیں اُس کے ساتھ دلی ہمدردی تھی لیکن وہ اِس امر سے خوش تھے کہ اُسے مسیح کی خاطر دُکھ اُٹھانے کے لائق سمجھا گیا۔

گورستان میں قیام کے ساتھ ہی اُس کی زندگی میں ایک نئے باب کا آغاز ہُوا اور وہ اِس نئے ماحول میں خدا کے عرفان اور سچّائی کے علم میں بڑی سرعت سے ترقی کرنے لگا۔ اس کے ساتھ ساتھ اُس کی دیگر معلومات میں بھی اضافہ ہُوا۔ اُس نے معلوم کیا کہ مسیح کے پیروکار کیسی کیسی مشکلات سے دوچار ہیں۔ دراصل اُن کے درمیان رہائش اختیار کرنے کے بعد ہی گورستان میں گذر بسر کے مسائل کے تمام پہلو کُھل کر اُس کے سامنے آئے۔

پانی کی کوئی کمی نہ تھی کیونکہ یہاں کئی کنوئیں اور چشمے اُن کی ساری ضروریات

کے لئے کافی تھے۔ لیکن اِن کثیر الاتعداد افراد کی خوراک کا مسئلہ خاصہ سنگین تھا۔ جس کے باعث اُنہیں بالائی شہر کے ساتھ متواتر رابطہ رکھنا پڑتا تھا۔ خوراک کی بہم رسانی رات ہی کو کی جاتی تھی۔ اِس خطرناک مہم پر نکلنے کے لئے بھی بڑے دل گُردے کی ضرورت تھی، تاہم جماعت میں شیر دل دلاوروں کی کمی نہ تھی۔ وہ لوگ رضا کارانہ طور پر اپنی خدمات پیش کرتے تھے۔ بعض اوقات اُن میں عورتیں اور بچے بھی شامل ہوتے۔ پولیو جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے انہی بچوں میں سے تھا۔ وہ بڑا ہشیار اور حاضر دماغ تھا۔ وہ اکثر اِس مہم پر نکلتا اور کامیاب ہو کر لوٹتا۔ شہر زدم کی گنجان آبادی اور آمد و رفت کی گہما گہمی اُن کے لئے معاون اور سازگار ثابت ہوتی تھی، لہٰذا اُن کے پاس خوراک کا ذخیرہ عام طور پر تسلی بخش ہوتا تھا۔ لیکن بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ یہ بہادر جوان اپنی مہم سے کبھی واپس نہ لوٹتے جس کا یقینی مطلب یہی ہوتا کہ اُنہیں گرفتار کر کے موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ اشیائے خوردنی کے سلسلے میں یہ مہمات بڑی رازداری کے ساتھ ہزار خطرے مول لے کر رات ہی کو سر کی جاتی تھیں۔

ایک اور ناخوشگوار فرض جس کی انجام دہی اُنہیں شب کی تاریکی ہی میں کرنی ہوتی تھی وہ اپنے مُردوں کی تلاش تھی۔ یہ وہ لوگ تھے جنہیں دنگل میں وحشی درندوں کے ذریعے یا آگ سے جلا کر ہلاک کر دیا جاتا تھا اور اِن عزیز افراد کی لاشوں کو بڑے خطروں کا سامنا کر کے حاصل کیا جاتا تھا۔

یہ سب اِس لئے تھا کہ قدیم مسیحی اپنے جی اُٹھنے کی پُر جلال امید کی وجہ

سے بے تابی سے اُس وقت کے منتظر تھے جب یہ فانی جسم بقا کا جامہ پہنے گا اور مرنے والا جسم حیاتِ ابدی کا۔ لہٰذا اُنہیں ہرگز یہ منظور نہ تھا کہ انسانی جسم جو اِس قدر اعلےٰ اور ارفع انجام کا امیدوار ہو اُس کی کسی طرح بے عزتی کی جائے۔ علاوہ ازیں وہ اِس حقیقت کو بھی پیشِ نظر رکھتے تھے کہ خدا نے اِسی جسم کو اپنا مسکن بنا کر بہت بلند مقام عطا کیا ہے۔ پس عزیز بھائیوں کی یہ لاشیں آدمیوں کی آنکھ سے اوجھل ہو کر چوری چھپے حاصل کی جاتیں تاکہ تہ خانے میں انہیں سپردِ خاک کیا جائے جہاں کوئی گستاخ ہاتھ اُن کے آرام میں مخل نہ ہو اور وہ تب تک با اطمینان آرام میں رہیں جب پچھلے نرسنگے کے ساتھ اُنہیں خداوند کے حضور حاضر ہونے کا حکم ملے جس کا انتظار ابتدائی کلیسیا کو ہر روز رہتا تھا۔

اِن لاشوں کو حاصل کر کے رشتہ دار اور دوست اُن کے لئے نمازِ جنازہ ادا کرتے۔ دیگر ماتمی رسوم پوری کرنے کے بعد اُنہیں بڑے احترام سے قبر میں اُتارتے جسے مٹی سے پُر کرنے کے بعد اُس پر سنگِ مرمر کی تختی نصب کر دی جاتی جس پر مرحوم کا نام، تاریخ دفات اور دیگر اہم حقائق مندرج ہوتیں۔ اور چونکہ ادھر شہر میں مسیحیوں کی تعداد گوناگوں مشکلات کے باوجود نسل در نسل بڑھتی رہی تھی اور اُن کے مُردے اِس سارے وقت میں یہیں لائے جاتے تھے، اِس لئے اِس جگہ کو مُردوں کا شہر یا شہرِ خموشاں کہنا بے جا نہیں۔ اُس کی خاموش آبادی نہ ختم ہونے والی قطاروں میں نہ در نہ محوِ آرام اور اُس دن کی منتظر تھی جب مسیح اپنے خون خریدوں کو ایک پل میں ہوائیں اپنے استقبال کے لئے بلائے گا۔

غرض مُردوں کی اِس بڑھتی ہوئی آبادی نے زندوں کو مجبور کر دیا تھا

کہ اپنے رہن سہن کے لئے نئے انتظام کریں۔ مثلاً بہت سی جگہوں میں محرابوں کو ہٹا کر چھت کو اونچا کر کے کمرے بنائے گئے تھے۔ گو ان میں سے کوئی بھی بہت بڑا کمرہ نہیں تھا تاہم یہ ایسے حصے تھے جہاں مسیحیوں کی نسبتاً زیادہ بڑی تعداد آسانی سے سانس لے سکتی تھی اور عبادتی اجلاس بلا سکتی تھی۔ وہ ان ہی حصوں میں زیادہ بسر اوقات کرتے اور رفاقت کے اجلاس منعقد کرتے تھے۔

مسیحیوں کے مسائل کو بیان کرتے ہوئے اُس دور کا ذکر کرنا بے جا نہ ہوگا جس میں وہ رہ رہے تھے کیونکہ اُس دور کی تفصیلات ہی اُن کی صورت حال کو واضح کر سکتی ہیں۔ یہ وُہ دور تھا جب جمہوری نظام کی پرانی خصوصیات ماضی کی داستان بن چکی تھیں اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ آزادی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اُنہیں خیرباد کہہ چکی ہے۔ سلطنت کی تمام کارروائیوں پر بدعنوانی اس طرح مُسلّط تھی کہ کوئی شعبہ اُس سے محفوظ نہ تھا۔ حکومت کو آئے دن سازشوں، غداریوں اور بغاوتوں کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا لیکن عوام خاموشی سے یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ وہ اپنے دلاوروں کو دُکھ سہتے اور اپنے بلند کردار شرفاء کو بن موت مرتے دیکھ رہے تھے۔ لیکن یہ سب اُمور کسی کے دل کی دھڑکن کو تیز نہ کرتے۔ نہ اُسے پسیجنے اور رحم کرنے پر مائل کر سکتے بلکہ اُن کی تمام تکالیف اور مصائب اور ہولناک اذیتیں رومی رعایا کے سینوں میں ادنیٰ جذبات ہی کو بیدار کرتی تھیں۔

اُن کے دل پتھر اور اُن کی آنکھوں پر پردہ پڑ گیا تھا۔ نہ بھولے بچے کی معصومیت، نہ عورت کی پاک دامنی، نہ مردانہ شجاعت، نہ ضعیف العمری

کے سفید بال غرض ایسی کوئی چیز اُن کو مائل بہ کرم نہ کر سکی اور نہ وہ مسیحیوں کے چٹان جیسے ایمان سے متاثر ہوئے۔ وہ تباہی کی اُن کالی گھٹاؤں کو نہ دیکھ سکے جو زوال پذیر سلطنت کی وسعتوں پر ہر طرف چھائی ہوئی تھیں اور نہ وہ اِس حقیقت کو جان سکے کہ اس تباہ حالی کے غضب سے وہی لوگ اُن کو بچا سکتے ہیں جن کی جان کے وُہ خود درپے ہیں۔

غرض جب مسیح کی سچائی اُس سرزمین میں داخل ہوئی تو اُسے طرح طرح کے دشمن عناصر سے دوچار ہونا پڑا۔ لیکن وہ سب مشکلات پر عبور حاصل کر کے آہستہ آہستہ قدم بڑھاتی رہی۔ جو لوگ اُس کے جھنڈے تلے آئے اُن کی زندگی پھولوں کی سیج نہ تھی بلکہ قدم قدم پر مشکلات سے پٹی پڑی تھی، جس میں انہیں شہرت، دولت اور احباب بلکہ سب کچھ جو انہیں عزیز تھا اُس سے ہاتھ دھونے پڑے۔

وقت گذرتا گیا اور وقت کے ساتھ ساتھ اگر مسیحیوں کی تعداد میں ترقی ہوئی تو دوسری طرف ایذا رسانی نے بھی زیادہ شدید صورت اختیار کر لی۔ لوگ انواع واقسام کی بدعنوانیوں پر پہلے سے بھی زیادہ بُری طرح اُتر آئے اور حکومت یقینی طور پر زوال اور ہلاکت کی طرف رو بہ زوال تھی۔

اُس وقت مسیحیوں کی ایذا رسانی اپنے عُروج کو پہنچ گئی جس کا مقصد یہ تھا کہ سرزمین روم سے مسیحیت کے نام ونشان کو مٹا دیا جائے۔ اگر کوئی مسیحی حکمِ شاہی کو بجا لانے میں ذرا بھی تامل کرتا تو وہ خوفناک مصائب سے دوچار ہوتا، لیکن مسیحیوں کے نزدیک خدا کا حکم نہ صرف فرمانِ شاہی سے کہیں زیادہ اہمیت رکھتا تھا بلکہ اٹل تھا، لہٰذا جب وہ

اُس کے حق میں ایک دفعہ فیصلہ کر لینے تو پھر دُنیا کی کوئی طاقت اُن کے عزم کو ہلا نہیں سکتی تھی۔ اکثر اوقات ایسا فیصلہ فوری موت کا باعث بن جاتا تھا۔ اور اگر ایسا نہ ہوتا تو اُنہیں شہر بدر ہونا پڑتا جہاں وہ اپنے گھر بار کے آرام و آسائش یہاں تک کہ دن کی روشنی سے بھی محروم ہو جاتے۔

اُن ایام میں تہ خانے ہی ایک ایسی جگہ تھی جس نے مسیحیوں کا خیر مقدم کر کے جائے پناہ مہیا کی۔ اسی جگہ اُن کے آباؤ اجداد کی ہڈیاں دفن تھیں۔ ہاں وہی آباؤ اجداد جو اپنے اپنے وقت میں سچائی کے علمبردار رہے تھے اور اُس کی خاطر ڈٹ کر لڑے تھے۔ اب اُن کے تھکے ماندہ جسم روز قیامت مقرب فرشتے کی للکار کے منتظر تھے۔ جب بھی کوئی عزیز اِس دُنیا سے رحلت کرتا وہ اُس کی لاش اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر یہاں لاتے۔ کہیں بیٹا اپنی عمر رسیدہ ماں کی لاش کو لا رہا ہے تو کہیں والدین پُرنم آنکھوں اور کپکپاتے ہاتھوں سے اپنے بچے کو سپردِ خاک کر رہے ہیں۔ اور یہی وُہ جگہ تھی جہاں شہیدوں کی تہس نہس لاشوں کے بچے کھچے حصّوں کو لایا جاتا تھا جنہیں دنگل میں درندوں نے ٹکڑے ٹکڑے کیا یا آگ سے جلایا یا طویل جانکنی کے بعد صلیب پر ہلاک کیا گیا تھا۔ غرض ہر مسیحی کا کوئی نہ کوئی عزیز یہاں محوِ آرام تھا۔ اِس لئے اُن کے نزدیک یہ جگہ بڑی پاک اور پیاری تھی۔ لہٰذا کچھ عجب نہ تھا کہ انہوں نے پناہ لینے کے لئے اِسی جگہ کا انتخاب کیا ہو۔

اُن کی زندگی محفوظ تھی مگر اس کے لئے اُنہیں اپنی صحت کی بھاری قیمت ادا کرنی پڑ رہی تھی۔ تہ خانے کے تنگ و تاریک غاروں میں روشنی کی مدھم سی کرن کا بھی گزر نہ تھا جس کے بغیر انسانی زندگی عبث اور جسم کی

سلامتی بے وقعت ہے۔ یہاں کی گہری تاریکی رُوح کی گہرائیوں تک سرایت کرتی چلی جاتی تھی۔ طبعی طور پر انسان ایسے ماحول سے کتراتا ہے۔ اُس کے جسمانی اعضا کی حساس تنظیم جلد ہی پہچان لیتی ہے کہ روشنی کے بغیر زندگی کو برقرار نہیں رکھا جا سکتا۔ مستقل تاریکی میں رہنے سے جسمانی قویٰ یکے بعد دیگرے اپنی طاقت کھو بیٹھتے ہیں۔ پھر جسم کی کمزوری دماغ کو متاثر کرتی ہے اور وہ پیش از وقت شک و شبہے، خوف و ہراس اور مایوسی کا شکار ہو جاتا ہے۔ غرض مستقل تاریکی کا مقابلہ کرنا بڑے دل گردے کی بات تھی۔

تاریکی کے علاوہ ایک اور مصیبت ان بے شمار راستوں سے آنے والی سرد ہوا تھی جو انہیں یخ کئے دیتی تھی مگر اپنے ساتھ اوپر کی تازہ ہوا کو نہ لاتی تھی۔ نمدار فضا کی وجہ سے فرش، چھت اور دیواروں پر جا بجا کائی کے دھبے پڑے ہوئے تھے اور سارا ماحول کثیر الاتعداد لوگوں کے سانس کی زہریلی بدبُو سے مکدر تھا۔ پھر ہر وقت جلنے والی مشعلوں کا دھواں بھی موجود تھا۔ ممکن ہے وہ مضر گیسوں کے اثر کو کچھ حد تک کم کرتے ہوں مگر یہاں قیام کرنے کے لئے اِس کی متحمل کرنے والی بُو بڑی ہی صبر آزما تھی۔

سچ تو یہ ہے کہ ان گورستانی گورکھ دھندوں میں ثابت قدم رہنا دنگل میں جان دینے سے بھی زیادہ قابلِ تحسین کام تھا۔ اِن گھُپ اندھیروں میں قدیم مسیحی اپنی زندگی کی سب سے زیادہ کڑی آزمائشوں سے گذر رہے تھے۔ ایذا رسانی کے لئے اُن کا صبر و تحمّل اور ہمّت و حوصلہ قابلِ داد تھا۔ اِن لاتعداد مشکلات کے پیشِ نظر اُن کی ثابت قدمی کی جتنی تعریف کی

جائے کم ہے۔

شہیدوں کا عزم اِن سب مشکلات پر غالب آیا۔ صرف جوان ہمّت مرد بلکہ نوعمر کنواریاں اور کمزور بچوں نے بھی تاریخ کی عظیم ہستیاں مثلاً ریگولس کے صبر و تحمّل، کرٹیس کی وفاداری اور ریپوسن کی ثابت قدمی کو مات کر دکھایا۔ اور یُوں ایذارسانی کی طاقت کو نیچا دکھاتے ہوئے یہ نیک، پاکباز اور دلیر لوگ اپنے دن گذارتے رہے۔ موت اُن کے لئے کوئی ہیبت نہ رکھتی تھی اور نہ وہ زندگی جیسے وُہ مُردوں کی سرزمین میں گویا موت کے منہ میں رہتے ہوئے گذار رہے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ اُنہیں کیا درپیش ہے اور وہ اُس کو کُلّی طور پر قبول کر چکے تھے۔ لہٰذا وہ رضامندی سے یہاں آتے تھے، اور اگر کوئی شئے اپنے ساتھ گویا زادِ راہ کے طور پر لاتے تو وہ تھی خدا کی محبت جو اُن کے دل میں مضبوطی سے جاگزیں تھی۔ یہی جذبہ اُنکے دل کی پکار اور اُن کی رُوح کی غذا تھی اور اِسی کی بدولت وہ ایک دوسرے کو پیار کرتے اور پیار حاصل کرتے تھے۔

حق کے یہ شیدائی اِس تاریک پناہ گاہ کو غنیمت جان کر اِسی کے لئے صابر و شاکر تھے۔ وہ اپنے گرد و پیش کی تاریکی کو کم کرنے کے لئے طرح طرح کی کوششیں کرتے تھے۔ مثلاً کئی مقامات پر دیواروں پر سفید استرکاری کا مسالہ لگایا گیا تھا جبکہ دوسری جگہوں پر تصویرکشی سے سجاوٹ کی گئی تھی۔ یہ تصاویر دیوتاؤں کی نہیں تھیں بلکہ حق کے عظیم دلاوروں کی تھیں جنہوں نے "ایمان ہی کے سبب سے سلطنتوں کو مغلوب کیا، راستبازی کے کام کئے، وعدہ کی ہوئی چیزوں کو حاصل کیا، شیروں کے منہ بند کئے، آگ کی تیزی کو بجھایا، تلوار کی دھار سے بچ نکلے، کمزوری میں زورآور

ہوئے۔ لڑائی میں بہادر بنے، غیروں کی فوجوں کو بھگا دیا (عبرانیوں ۱۱: ۳۳، ۳۴)۔ اگر وہ اپنی پریشانی کے وقت ایسے مناظر کی تلاش میں تھے جو خدا کی قدرت اور راہنمائی کی یاد دلا کر اُن کی حوصلہ افزائی کریں تو اُن کے لئے کلامِ پاک میں سے مذکور سورماؤں سے بہتر اور کونسی مثالیں مل سکتی تھیں۔

اُن کی دلی خواہش تھی کہ اپنے دین اور اُس کی رسُوم کو ہر طرح کی آلائش سے پاک رکھیں۔ اگر مسیحی اپنے اردگرد کے گناہ آلود ماحول سے متاثر ہوئے بھی تو وہ اثر اتنا کم اور نامعلوم تھا کہ نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔ مسیحی دین کے اہم عقائد ہر طرح کی آلائش سے بالکل پاک رہے، مثلاً انسان کا گناہ۔ آسمانی باپ کا رحم۔ بیٹے کا کفارہ۔ انسان کے باطن میں رُوح القدس کی سکونت۔ فدیہ دینے والے پر ایمان کے وسیلے سے نجات، مسیح کے بیش بہا خون کی قدر و قیمت، خداوند یسوع کا مُردوں میں سے جی اُٹھنا۔ اُس کی آمدِ ثانی کی امیدِ سعید۔ یہ سب بنیادی حقائق تھے جن کے ساتھ مسیحیوں کی والہانہ عقیدت اور محبت تھی اور جن کا اظہار کوئی زبان لائق طور پر نہیں کر سکتی۔ نیز اُن کے قول و فعل، اُمید و ایمان اور محبت کی صفات ہر لحظہ ظاہر ہوتی رہتی تھیں۔

مسیح کی آمدِ ثانی کی اُمید وہ آسمانی اُمید تھی جو اُن کی رُوح کو ایسے تھامے رہی کہ پوری رومی حکومت کا قہر و غضب اُنہیں اُس چٹان سے ہٹا نہ سکا جو پشت در پشت ہر ایماندار کی پناہ گاہ رہی ہے۔

اُن کے ایمان اور اُمید کا واحد نصب العین خود مسیح خداوند تھا جو اپنے جلال میں خدا کے دہنے ہاتھ بیٹھا ہے۔ اُسی پر ایمان اُن کی سب

سے قیمتی دولت اور اُن کا سب کچھ تھا، اور یہی ایمان اُنہیں کڑی سے کڑی آزمائش میں سنبھالتا اور تقویت دیتا رہا بلکہ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ یہ اُن کے لئے زندگی کا سانس تھا۔ یہ اُن کی زندگی میں ایسی زندہ حقیقت تھی جس کے بل بوتے پر اپنی موت کے وقت اُنہیں عجیب قوت میسّر آتی جس سے وہ خدا کی حمد کرتے ہوئے شیر اور خونخوار چیتوں کا سامنا کر کے جان دے دیتے تھے۔ یہ ایمان ایسا اٹل تھا کہ ایسے وقت میں بھی جب معلوم ہوتا تھا کہ روئے زمین پر سے مسیحیوں کا صفایا ہو چکا ہے مسیحی بڑے اعتماد کے ساتھ یسوع کا انتظار کرتے رہے۔ غرض اُنکی زندگیاں ایمان اور اُمید اور محبت کی منہ بولتی تصویریں تھیں۔

اِسی محبت کو جو اُن کی زندگیوں میں نمایاں تھی خداوند یسوع نے ساری شریعت کا نچوڑ قرار دیا ہے۔ اُن کے درمیان طبقاتی کشمکش یا نسلی امتیاز نام کو نہ تھا اور ہوتا بھی کیونکر۔ اُن کو تو ایک مشترکہ مُہلک دشمن کا متحد ہو کر مقابلہ کرنا تھا۔ ان حالات میں وہ آپس میں لڑنے کی حماقت کس طرح کر سکتے تھے۔ لہٰذا اُن کے درمیان محبت کا ایسا رشتہ استوار ہو گیا تھا جو ہر قسم کے اختلاف کو بالائے طاق رکھے ہوئے تھا۔ نیز رُوح القدس نے خُدا کی محبت کو اُن کے دل میں اِس طرح جاگزین کیا تھا کہ وہ ایک دوسرے کی خاطر جان دینے سے بھی دریغ نہ کرتے تھے۔

یہ حقیقت ہے کہ اس ایذا رسانی نے مسیحیوں کے جوش و جذبے کو مضبوط کر کے اُن کے ایمان اور محبت کو یوں چمکایا کہ اُس دَور کی تاریکی میں وہ ستاروں کی مانند جگمگاتے نظر آتے تھے۔ نیز ایذا رسانی

چونکہ ریاکاری کی بیماری کا علاج ثابت ہوئی لہٰذا مسیحی کلیسیاؤں میں صرف وہی لوگ رہ گئے جو مخلص تھے۔ اس کے علاوہ ایذا رسانی جہاں دلاوروں کو جرأت عطا کرتی تھی وہاں وہ کمزوروں کو وفاداری کے لئے استقلال بخشتی تھی۔ یہ وُہ دَور تھا جس میں مسیحی ہونا جان کو جوکھوں میں ڈالنے اور سر پہ کفن باندھنے کے مترادف تھا۔ لیکن خدا کے یہ سچے شیدائی خطروں سے پیچھے نہ ہٹے بلکہ دلیری سے اپنے ایمان کا اقرار کرتے رہے اور بخوشی اس کے نتائج جھیلتے رہے۔

اُنھوں نے دنیا اور اپنے درمیان ایک خط کھینچ دیا تھا اور وہ مردانہ وار اس حد بندی کو برقرار رکھتے رہے۔ اُن کی زندگی میں بارہا ایسے مواقع آئے جب دیوتاؤں کے اقرار میں منہ سے چند لفظوں کی ادائیگی یا مندر میں قربانی اُنہیں موت کے منہ سے بچا سکتی تھی۔ مگر اُن کے لب ملحد مذہب کے اقرار کے لئے کبھی نہ کھُل سکے اور نہ اُن کا ہاتھ نذر کی شراب کو بتوں کے سامنے انڈیلنے کے لئے حرکت میں آسکا۔ یہ وہ لوگ تھے جو مسیحیت کے بنیادی عقائد کو ذہنی طور پر ہی نہیں بلکہ دل سے تسلیم کرتے تھے۔ مسیح اُس کے نزدیک خالی تصور یا نظریہ نہ تھا بلکہ ایک زندہ شخصیت تھا۔ اور اُس کی زمینی زندگی کے لئے ٹھوس حقیقت تھی جسے وُہ اپنے لئے مثالی زندگی کی حیثیت سے تسلیم کرتے تھے۔ اُن کا ایمان تھا کہ اُن کے نجات دہندہ کے مزاج میں حلیمی، نرم مزاجی، صبر و انکساری اسی لیے نمایاں تھیں کہ اُس کے پیروکار اُن کو اپنائیں۔

اُن کی دانست میں کسی شخص کا ایمان اُس کی عملی زندگی سے اتنا ہی نمایاں ہونا چاہیئے جتنا کہ اُس کے جذبات سے۔ یہی وجہ تھی کہ اُن کے

قول و فعل یعنی سوچ اور عمل میں تضاد نہ تھا۔

اُن کے لئے مسیح کی موت ایک ایسا اہم واقعہ تھا جس کے سامنے انسانی تاریخ کے عظیم ترین واقعات ہیچ و پوچ ہیں۔ وہ مانتے تھے کہ مسیح نے نوعِ انسانی کی خاطر موت کی تمام تر تلخی کو چکھا۔ وہ مُردوں میں سے جی اُٹھا اور اپنے جلال کو پہنچ کر خدا کے دہنے جا بیٹھا اور اُسے زمین و آسمان کا کُل اختیار دیا گیا۔ یہ سب حقائق اُن کے ایمان کی اٹل کڑیاں تھیں۔

چنانچہ اُن کے درمیان بہتوں نے خدا کی راہ میں اپنے بھائیوں کی خاطر صلیبی موت کی اذیت کو برداشت کیا۔ یہ وہ بندگانِ حق تھے جنہوں نے صلیب اُٹھائی اور لوگوں کی ملامت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے مسیح کے پیچھے ہو لئے۔ ان تنگ و تار بھول بھلیوں کو دیکھئے کہ یہی تہ خانے جو صرف مُردوں کے لئے مناسب جگہ تھی سالوں تک جیتی جان لوگوں کے لئے پناہ گاہ بنے رہے۔ کیا یہ صلیب نہیں؟ ان شہدا کی طویل فہرست پر اور ان کے فتح مندانہ الفاظ پر نظر ڈالئے۔

تہ خانے کے ان غاروں کے در و دیوار گویا اُس دَور کے مسیحیوں کی تاریخ کے اوراق ہیں۔ ان کو پڑھنے سے ہم چشمِ تصوّر سے اُن شخصوں کو دیکھ کر اُن کی مصائب کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ اِس کے ساتھ ہی اُنکی تابناک اُمید کی حوصلہ افزا جھلک بھی دیکھ سکتے ہیں۔ بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ جس طرح کیمرے کے فلم پر ہو بہو عکسی تصویر اُتر آئی ہے اُسی طرح ان دیواروں پر کندہ الفاظ اُن شہیدوں کی عکاسی کرتے ہیں۔ کہیں تو وہ اپنے مُردوں کے لئے ماتم کناں دکھائی دیتے ہیں اور کہیں دشمنوں کے تشدد سے پریشاں اور کہیں اپنے مُنجّی کی تعریف میں نغمہ سرا۔

یہ وہ غریب، بھولے بسرے اور دھتکارے ہوئے لوگ تھے جنہوں نے ہر حال میں حق کی گواہی دی، اور جن کی رحم کی فریاد اگر کبھی بلند ہوئی تو انسان کے کانوں میں چکنے گھڑے پر بوند کی طرح پڑی اور پھسل گئی۔ جب لوگوں نے انکی فریادوں کا جواب پہلے سے بھی زیادہ سختی سے دیا تو یہ پتھر کی دیواریں اُن کے لئے زیادہ رحمدل ثابت ہوئیں۔ اُنہوں نے اُن کی جگر پاش آہوں کو سُنا اور مشفق ماں کی طرح اُنہیں اپنی آغوش میں لے لیا۔ پس ان کے دُکھوں کی پکاریں ان غاروں کی چٹانوں پر انمٹ نقوش بن کر رہ گئیں۔

لیکن شہیدوں کا لہو رنگ لائے بغیر رہ نہیں سکتا۔ مار سلسس کا مسیحیت کو اختیار کر لینا اِس امر کو ظاہر کرتا ہے کہ اُن کی فریادیں بے اثر ثابت نہ ہوئیں۔ مار سلسس نے مسیحیت کو اچانک قبول کر لیا تھا۔ اُس دور میں ایسی مثالیں عام دیکھنے میں آتی تھیں جب لوگ ٹیڑھی راہ سے سیدھی یا باطل سے حق کی طرف یکایک رجوع کر لیتے تھے۔ دراصل اُس نے مُلحد مذہب کے نوہم پرست فلسفیوں کے سب خیالات اور نظریات کو خوب پرکھا تھا اور اُن کی جانچ پڑتال کرنے پر اُنہیں ناکافی اور کھوکھلا پایا تھا۔ لہٰذا ایسے وقت میں مسیحیت اُس پر آشکارا ہوئی تو اُس نے اس میں سب کچھ پایا جس کی اُسے تمنا تھی۔ اُس نے معلوم کیا کہ مسیحیت میں وہ سب کچھ موجود ہے جو اُس کی رُوح کی تشنگی کو تسکین اور اُسکے دل کو اطمینان سے معمور کر دے۔

اگرچہ یہ تبدیلی آناً فاناً تھی لیکن اس میں کلام نہیں کہ وہ ہر لحاظ سے مکمل تھی۔ اُس کی آنکھیں کُلیتہً کھُل گئیں اور اُس نے آفتابِ صداقت

کی روشنی کو دیکھ لیا تھا۔ اِس تجربے کے بعد اُس کی آنکھوں کا دوبارہ بند ہوجانا ناممکن تھا۔ اُس کے اندر نئی انسانیت کا تجربہ کامل تھا اور یہی وجہ تھی کہ وہ اَب اپنے دُکھی بھائیوں کی مصیبتوں میں شریک ہونے کے لئے بخوشی تیار تھا۔

انجیل کی تبلیغ کے ابتدائی دَور میں مارسلّس کی طرح آناً فاناً تبدیلیٔ مذہب کی مثالیں عام تھیں بُت پرستوں میں بہت سے لوگ ایسے تھے جو مارسلّس کی طرح سچائی کے متلاشی تھے۔ جونہی وہ صدائے حق سُنتے رُوح پاک کی قدرت اُن پر سچائی کو آشکارا کر دیتی۔ یہی وجہ تھی کہ اُس دَور میں مسیحیت نے حیرت انگیز ترقی کی۔ اُسے جتنا دبایا گیا اُتنا ہی وہ اُبھری۔

غرض جب مارسلّس نے نہ خانوں میں قیام کے لئے قدم رکھا تو مسیحیت کے لئے مصیبت اور برکت کا عجیب دَور تھا۔ وہ ایمانداروں کے درمیان رہنے سہنے اور بات چیت کرنے سے جلد ہی اُن سب کے ساتھ شیر و شکر ہوگیا۔ اب اُن کی امید و بیم اُس کی آس نراس تھی اور اُن کا رنج و راحت اُس کا دُکھ اور سُکھ تھا۔ اُن کے قول و فعل سے ظاہر ہونے والا ایمان اُس کے دل کی دھڑکن بن گیا، اور اُن کی پُرجلال امید جو اُنہیں تقویت بخشتی تھی اُس کی رُوح کا سہارا بن گئی۔ کلام پاک اُس کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ اُس کی تسکین دہ تعلیمات نے اُسے مسیح کا سرگرم پیروکار بنا دیا۔

اُسے یہ دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی تھی کہ اِس تہ زمین گورستان میں عبادت اور دعائیہ اجلاس ہر روز ہوتے تھے۔ دراصل دنیاوی اُمور

سے اُن کا ناتا منقطع ہو چکا تھا۔ وہ اپنی جسمانی خوراک کے لئے کوئی ذریعۂ معاش بھی اپنا نہ سکتے تھے، لہٰذا وہ اپنے وقت کا بہترین استعمال روحانی امور پر غور و خوض ہی سمجھتے تھے۔ اپنی رُوح کی فکر کرنا اُن کی زندگی کا واحد مقصد بن گیا تھا۔

وہ اپنے اِس مقصد میں بڑی حد تک کامیاب ہُوئے کیونکہ دنیا کی تمام فکریں، اُس کی دلفریبیانہ اور ہزار طرح کی دلکشیاں اُن کی نظر میں ہیچ تھیں۔ اب آسمان انہیں قریب تر نظر آنے لگا تھا۔ اُن کی سوچیں اُن کی فکریں اور اُن کی بول چال سب خُدا کی بادشاہت سے متعلق ہوتیں وہ بڑے جوش اور جذبہ سے اُس خوشی کا ذکر کرتے جو اُن لوگوں کو حاصل ہونے والی تھی جو موت تک وفادار رہنے میں کامیاب ثابت ہوں گے۔ وہ اپنے مرحوم عزیزوں کو کبھی لفظ "مُردہ" سے منسوب نہ کرتے بلکہ اُنہیں "پہلے جانے والے" کہا جاتا جو اس گھڑی کے منتظر تھے جب مُردے جی اُٹھیں گے اور ایمانداروں کی صُورت بدل جائے گی اور اس طرح وہ خون خریدے جلالی صورت میں اُوپر اُٹھا لئے جائیں گے تاکہ ہوا میں اپنے مسیح کا استقبال کریں اور اُس کے تختِ عدالت کے سامنے کھڑے ہو کر وہ صلے اور اعزازات اور انعامات حاصل کریں جو وہ اُنہیں اُن کی وفاداری کے بدلے میں دے گا۔

(۱۔تھسلنیکیوں ۴: ۱۳-۱۸؛ فلپیوں ۳: ۲۰، ۲۱؛ ۱۔کرنتھیوں ۳)

یہی وجہ تھی کہ مارسلس کو یہ تاریک تہ خانے مُردوں کی قبریں نہیں بلکہ ہزار ہا زندہ ہستیوں سے معمور جگہ نظر آئی۔ اِس میں شک نہیں کہ انکے چہرے پیلے، پژمُردہ اور ہراساں تھے تاہم یہ احساس اُن سے کبھی جُدا

نہ ہوا کہ انہیں ان تاریک قبرستانوں کے مابین وہ پُرجلال تقدیر میسر آئی ہے جس سے شہرِ روم محروم ہے۔

مُردوں کی زمین میں زندگی کی لہر دوڑ رہی تھی اور اس گورستان کے لاتعداد راستوں میں انسانی آوازیں گونجتی تھیں اور مرحوموں کی ان بے شمار قبروں کے درمیان دوست نے دوست کی طرف دستِ وفا بڑھایا، اور یہیں انسانی روحیں محبت کے اٹوٹ رشتے میں منسلک ہوگئیں، اور یہیں نوحہ خواں کے آنسو شہیدوں کے جسم پر گر کر خون کے ساتھ یکجان ہو گئے۔ یہیں اُس کے محبت بھرے ہاتھوں نے شہیدوں کے کٹے ہوئے بازو اور ٹانگوں کو کفن میں لپیٹا اور ان ہی غاروں کے سرد خانوں میں بہادر جانیں دنیاوی رشتوں سے بالاتر ہو کر صبح کے ستارے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فتح مندی سے مُسکرا اُٹھیں اور ماتم کرتے ہوئے لبوں سے حمد و ثنا کی صدا بلند ہوئی۔

نواں باب

ایذا رسانی

ایذا رسانی زوروں پر تھی۔ کوئی غریب یا امیر، بڑا یا چھوٹا اُس سے محفوظ نہ تھا۔ سب کو بلا امتیاز موت کے گھاٹ اُتارا جا رہا تھا جس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ چند ہی ہفتوں میں لوگوں کی کثیر تعداد انہی تہ خانوں میں پناہ گزیں ہونے پر مجبور ہو گئی۔ یہ تعداد اتنی زیادہ تھی کہ اِس سے پیشتر کبھی دیکھنے میں نہیں آئی تھی۔ وجہ یہ تھی کہ اس سے پہلے حکام مسیحیوں میں سے صرف نمایاں اور چیدہ چیدہ ہستیوں ہی کو غضب کا نشانہ بناتے تھے۔ دیگر لوگوں کی عبرت کے لئے فقط اُن ہی کو سزا دی جاتی تھی جس کا نتیجہ یہ تھا کہ پناہ گزیں افراد میں سے اکثریت اسی طبقے سے تعلق رکھتی تھی۔

اور یہی وجہ تھی کہ اب تک شہر کے ساتھ رابطہ رکھنا نسبتاً آسان رہا تھا کیونکہ شہر کے غریب مسیحی کبھی اپنے زیرِ زمین ہم ایمان بھائیوں یا اُن کی ضروریات کو نہ بھولتے تھے۔ لہٰذا اشیائے خوردنی بلکہ ہر قسم کی مدد دستیاب ہوتی رہی تھی لیکن اب صورتِ حال بدل چکی تھی۔ وہی لوگ جن سے پناہ گزیں مدد کی توقع کرتے تھے خود گھر بار چھوڑنے پر مجبور اُن کی مدد کے محتاج ہو گئے تھے۔

تاہم بے چارگی کی نوبت نہ آئی تھی کیونکہ ابھی تک روم میں بہت سے ایسے لوگ تھے جو خود تو مسیحی نہ تھے مگر مسیحیوں سے محبت رکھتے اور ان کی مدد کرتے تھے۔ کیونکہ کوئی تحریک خواہ کتنی بھی عظیم کیوں نہ ہو سب لوگوں کو متاثر نہیں کر سکتی اور لوگوں کا ایک فرقہ غیر جانبدار ہی رہتا ہے۔ یہ لوگ بظاہر قوی فریق کے حامی بن جاتے ہیں اور خطرے کی صورت میں بچاؤ کی خاطر سب کچھ تسلیم کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں خواہ وہ اُنکے ضمیر کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ اہلِ روم میں سے بہتوں کا یہی حال تھا۔ مسیحیوں کے درمیان اِن لوگوں کے عزیز و اقارب تھے جن سے وہ محبت اور ہمدردی رکھتے تھے۔ وہ ہمیشہ اُن کی مدد اور دستگیری کے لئے تیار رہتے تھے، لیکن اپنے آرام اور سلامتی کا خیال اُنہیں اس قدر دامن گیر تھا کہ وہ خود اُن کے ایمان اور مصیبتوں کو اپنانے کو آمادہ نہ تھے۔ وہ مندروں میں جاکر ملحد دیوتاؤں کی پوجا پاٹ میں حصّہ لیتے اور بھوڑی بہت پرانے توہم پرست مذہب کے پیروکار بھی تھے۔ مسیحی اَب ایسے ہی لوگوں کی مدد کے محتاج ہو کر رہ گئے تھے۔

شہر میں جانا پہلے سے بھی کہیں زیادہ پُرخطر ہو گیا تھا۔ نہایت دلیر اور نڈر شخص ہی ایسا کرنے کی جسارت کر سکتے تھے۔ مگر مسیحی چونکہ خطوں کو خاطر میں نہ لاتے تھے، اِس لئے اُن کے درمیان ایسی پُرخطر مہم پر جانے کے لئے مَردوں کی کمی نہ تھی۔

مارسلس اکثر اپنے آپ کو ایسی خدمات کے لئے پیش کرتا۔ وہ خوش تھا کہ وہ کسی طرح اپنے بھائیوں کے کام آسکے۔ اُس کی حاضر دماغی اور بہادری جس کی بدولت وہ فوجی اعزازات حاصل کر چکا تھا اب پھر اسکے کام آئے۔

ہر روز بہت سے مسیحیوں کو بلا امتیاز ہلاک کیا جا رہا تھا۔ اُن کے دوست اُن کے لاشوں کو تلاش کر کے لے جاتے تھے تاکہ انہیں اُن تہ خانوں میں سپردِ خاک کر دیں۔ لاشیں حاصل کرنے میں زیادہ دقت پیش نہ آتی تھی کیونکہ اِس طرح تماشگاہ کے محافظ لاشوں کو جلانے اور دفن کرنے کی ناگوار ذمہ داری سے بچ جاتے تھے۔

ایک دن مسیحیوں کو اطلاع ملی کہ اُن کے جماعت کے دو شرفاء کو گرفتار کر کے ہلاک کر دیا گیا ہے۔ پس مارسلّس اور ایک اور شخص لاشوں کو لانے کے لئے روانہ ہُوئے۔ نوعمر لوکیو بھی اُن کے ہمراہ تھا، تاکہ ضرورت کے وقت کام آئے۔ جب وہ شہر کے پھاٹک میں داخل ہُوئے تو اندھیرا پھیل رہا تھا لیکن جلد ہی چاند کے نکلنے سے ہر طرف روشنی ہو گئی۔

وہ گلیوں میں پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہُوئے چلتے گئے اور آخر کار گول تماشا گاہ تک جا پہنچے۔ اُن کے سامنے یہ عظیم عمارت بڑے فخر سے سر اُٹھائے کھڑی تھی۔ وہ مارسلّس اور اُس کے ساتھی کو تماشا گاہ کی سرپرستی کرنے والے شہنشاہ کی سنگدلی کی یاد دلا رہی تھی۔

اُنہیں لوہے کے دروازوں کے اندر جانوروں کے دیکھ بھال کرنے والے محافظ سپاہی اور تماشا گر لڑاکے نظر آ رہے تھے۔ ملازموں کو اُن کی آمد کا مدّعا معلوم تھا۔ وہ اُنہیں دنگل میں لے گئے جہاں پر کئی لاشیں گاجر مولی کی طرح کٹی پڑی تھیں۔ یہ اُس دن قتل ہونے والوں کا آخری گروہ تھا۔ وہ سب لاشیں بُری طرح تہس نہس ہو چکی تھیں۔ بعض کو دیکھ کر یہ کہنا مشکل تھا کہ یہ انسانی لاشیں ہیں۔ خاصی

دیر کی اُلٹ پلٹ کے بعد اُن کو مطلوب لاشیں مل گئیں اور انہوں نے اُن کو بڑے بڑے تھیلوں میں ڈال کر لے جانے کے لئے تیار کر لیا۔

اِس کام سے فارغ ہو کر مارسلّس نے اپنے گرد و پیش منظر پر نگاہ دوڑائی۔ اپنے اِرد گرد بلند و بالا دیواروں کو دیکھ کر اُسے محسوس ہوا گویا وہ اُن کے اندر قید ہے۔

اُس نے سوچا کنجا نے کب تجھے یہیں اپنے خداوند کی خاطر جان دینی پڑے! کیا اُس وقت میں وفادار پایا جاؤں گا؟

"خداوند یسوع، اُس گھڑی میری مدد کرنا!" اُس کے لبوں سے بے اختیار زیادہ نکلی۔

چاند چونکہ ابھی تک زیادہ اوپر نہ تھا اس لئے دنگل تاحال اُسکی روشنی سے محروم تھا۔ اُس کا ماحول تاریک اور ہولناک تھا۔ لاشیں تلاش کرتے وقت اُنہوں نے محافظوں سے مشعلیں مانگ کر استعمال کی تھیں۔

اب مارسلّس نے اپنے عقب میں کوٹھڑی سے آتی ہوئی ایک آواز سُنی۔ رات کی خاموش فضا میں یہ آواز اور اُس کے الفاظ محافظوں کے شور و غل کے باوجود بڑی فضائی سے سُنائی دے رہے تھے۔ الفاظ یہ تھے:

"اب ہمارے خُدا کی نجات اور قدرت اور بادشاہی اور اُس کے مسیح کا اختیار ظاہر ہوا۔ کیونکہ ہمارے بھائیوں پر الزام لگانے والا جو رات دن ہمارے خدا کے آگے اُن پر الزام لگایا کرتا ہے گرا دیا گیا۔ اور وہ برّہ کے خون اور اپنی گواہی کے کلام کے باعث اُس پر غالب آئے اور اُنہوں نے اپنی جان کو عزیز نہ سمجھا یہاں تک کہ موت بھی گوارا کی۔"

"یہ کون ہے؟" مارسلس نے سوال کیا۔

"اس کا خیال نہ کرو۔" اس کے ساتھی نے جواب دیا "یہ بھائی چینا ہے۔ اُس کے غم نے اُس کو پاگل کر دیا ہے۔ اُس کے اکلوتے بیٹے کو اِس ایذا رسانی کے شروع ہی میں جلا کر مار ڈالا گیا تھا۔ اُسی وقت سے اُس کے حواس ٹھکانے نہیں اور وہ واہی تباہی کہتا شہر میں اِدھر اُدھر پھرتا رہتا ہے۔ اب تک تو اُنہوں نے اُسے کچھ نہیں کیا تھا مگر آخر کار اُس کو بھی گرفتار کر لیا ہے۔

"تو کیا وہ یہاں قید ہے؟"

"ہاں۔"

اُسی لمحے پھر چینا کی خوفناک آواز فضا کو چیرتی ہوئی بلند ہوئی

"اے قدوس و برحق! کب تک انصاف نہ کرے گا اور زمین کے بسنے والوں سے ہمارے خون کا بدلہ نہ لے گا؟"

"ارے ہاں۔ یہی وہ شخص ہے جسے میں نے اُس دن کیپتولیان پہاڑی کے اوپر دیکھا تھا۔

"ہاں وہ سارے شہر بلکہ شاہی محل میں بھی ایسی ہی باتیں کہتا پھرتا ہے۔ چلو چلتے ہیں۔"

وُہ تھیلے اُٹھا کر پھاٹک کی طرف تدم بڑھانے لگے جہاں سے کچھ دیر کے بعد اُنہیں باہر جانے کی اجازت مل گئی۔ باہر جاتے ہوئے اُنہوں نے پھر چینا کی آواز سُنی جو اِس فاصلے پر بھی صفائی سے سُنائی دے رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا "گر پڑا۔ بڑا شہر بابل گر پڑا اور شیاطین کا مسکن اور ہر ناپاک رُوح کا اڈا اور ہر ناپاک اور مکروہ پرندہ کا اڈا ہو گیا۔

ان میں سے نکل کر الگ رہو۔"
وہ جب تک وہ تماشا گاہ سے خاصی دُور نہ نکل آئے بالکل خاموش رہے۔
آخر مارسلس نے خاموشی کو توڑ کر کہا "جب محافظوں نے پھاٹک کھولنے میں دیر لگائی تو میں خوفزدہ ہو گیا تھا۔"
"تمہارا خوف بیجا نہیں تھا۔ محافظوں کے من کی موج یکایک ہماری ہلاکت کا موجب بن سکتی تھی لیکن کوئی بات نہیں موت کو لبیک کہنے کے لئے ہمیں ہر دم تیار رہنا چاہیئے۔ ہمارے خداوند نے فرمایا ہے "تیار رہو۔" وقت آنے پر ہمیں یہ کہنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے کہ میں اب قربانی کے لئے تیار ہوں۔"
مارسلس نے کہا "ہاں ہمارے خداوند نے ہمیں آگاہ کر دیا ہے کہ ہمیں کیسے حالات سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اُس نے فرمایا:
"دنیا میں تم مصیبت اُٹھاتے ہو۔"
لیکن اُس نے یہ بھی کہا ہے "خاطر جمع رکھو میں دُنیا پر غالب آیا ہوں۔"
اور یہ بھی کہ "میں پھر آؤں گا تمہیں اپنے ساتھ لے لوں گا تاکہ جہاں میں ہوں تم بھی ہو۔"
"ہماری موجودہ مصیبت ہرگز اس لائق نہیں کہ اُس کا مقابلہ زندگی کے جلال سے کیا جائے۔ خداوند کا فضل ہمارے لئے کافی ہے جس کے وسیلے سے ہمیں فتح سے بڑھ کر غلبہ حاصل ہوتا ہے۔"
غرض وہ اسی طرح زندگی کے کلام میں موجودہ مبارک وعدوں سے ایک دوسرے کو تسکین اور تشفی دیتے گئے۔ یہ وہی کلام ہے جو سب وقتوں اور سب حالتوں میں عجیب طاقت و تقویت بخش سکتا ہے اور اُسی

کا ذکر خیر کرتے ہوئے وہ اپنے تھیلوں کو لئے آخر کار بسلامت منزلِ مقصود پر پہنچ گئے اور اُنہوں نے اپنی سلامتی اور حفاظت کے لئے خدا کا شکر کیا۔

اِس واقعہ کے چند دن بعد مارسلس اشیائے خوردنی لینے کے لئے تہہ خانے سے نکلا۔ اس مرتبہ وہ اکیلا تھا۔ وہ ایک ایسے آدمی کے گھر گیا جو اُن سے دوستانہ مراسم رکھتا تھا اور تب تک اُن کی خاصی مدد کرتا رہا تھا۔ اُس کا گھر شہر پناہ سے باہر اُس نواحی علاقے میں تھا جو شاہراہ اپیائن کے قریب تھا۔ جب مطلوب اشیا کو حاصل کرنے کے بعد اُس نے اُس شخص سے تازہ ترین خبر پوچھی تو اُس نے جواب دیا

"خبر اچھی نہیں ہے۔ پرتوریان کے افسروں میں سے ایک حال ہی میں مسیحی ہو گیا ہے جس سے شہنشاہ کا قہر بھڑک اُٹھا ہے۔ اُس نے ایک اور شخص کو اُس کے عہدے پر مامور کر دیا ہے۔ اُس نے اُسے مسیحیوں کو گرفتار کرنے کا حکم دیا ہے لہٰذا ہر روز کئی مسیحی پکڑے جاتے ہیں۔ اب تو غریبوں کی بھی شامت آ گئی ہے۔ پہلے تو کوئی اُن کا خیال نہیں کرتا تھا۔"

"کیا تم پرتوریان کے اس افسر کا نام جانتے ہو جو مسیحیوں کی تلاش کر رہا ہے؟"

"لوکاس۔"

"لوکاس!" مارسلس کہہ اُٹھا۔ "کتنی عجیب بات ہے!"

"کہتے ہیں وہ بہت لائق اور انتھک انسان ہے۔"

"ہاں میں نے اُس کا ذکر سُنا ہے۔ واقعی مسیحیوں کے لئے یہ بُری

خبر ہے"۔ وہ شخص کہنے لگا۔

اُس فوجی افسر کے مسیحی ہو جانے سے شہنشاہ کو ایسا طیش آگیا ہے کہ اُس کی گرفتاری کے لئے انعام مقرر کر دیا گیا ہے۔ اگر تم اتفاق سے اُسے ملو تو اُسے ضرور خطرے سے آگاہ کر دینا۔ کہتے ہیں وہ تہ خانوں میں پناہ گزیں ہے۔"

"ہونا تو وہیں چاہیئے کیونکہ کوئی اور پناہ گاہ نہیں۔"

"یہ بڑے بُرے دن ہیں۔ تمہیں بہت خبردار رہنا چاہیئے۔"

"خیر وہ ہمیں ایک ہی دفعہ مار سکتے ہیں۔"

"تم مسیحیوں کے ہمت و حوصلے کا جواب نہیں۔ میں تمہاری دلیری کی داد دیتا ہوں۔ تاہم میرا خیال ہے کہ تم لوگوں کو دل سے نہیں تو کم از کم ظاہری قدرت میں شہنشاہ کی بات مان لینی چاہیئے۔ اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی مارنے سے کیا فائدہ۔"

"ہمارا منجی ہماری خاطر مُوا۔ ہم اُس کی خاطر مرنے کو تیار ہیں۔"

"تم سب ہی کمال کے لوگ ہو۔"

اب مارسلس اُسے خیرباد کہہ کر سامان کا بنڈل اُٹھا کر رخصت ہوا۔ جو خبر اُس نے ابھی ابھی سُنی تھی اُس کے دل و دماغ پر چھائی ہوئی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا" لوکلس کو میری جگہ مل گئی ہے۔ کیا وہ بھی میرے خلاف ہو گیا ہے ؟ کیا اب میں اُس کے نزدیک اُس کا دوست مارسلس نہیں ہوں ؟ یا مجھے صرف وہ مسیحی سمجھتا ہے ؟ خیر جلد ہی معلوم ہو جائیگا۔ اگر میں اُس کے ہتھے چڑھ گیا تو بڑی عجیب صورت حال ہوگی۔ ہاں میرا خیال ہے میں پکڑا گیا تو اُسی کے ہاتھوں پکڑا جاؤں گا۔ لیکن مجھے گلہ

شکوہ کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔ یہ سپاہی کا فرض ہے۔ سپاہی ہو کر وہ میرے ساتھ وہی سلوک روا رکھے گا جو سپاہی کو حکومت کے دشمن کے ساتھ رکھنا چاہیئے خواہ وہ دل میں مجھ سے محبت کرے یا مجھ پر ترس کھائے لیکن اُسے اپنے فرض کی انجام دہی سے گریز نہیں کرنا چاہیئے۔ اگر میری گرفتاری کے لئے انعام مقرر ہے تو لوگ اپنی کوششوں کو تیز کر دیں گے۔ میرا وقت آنے والا ہے۔ مجھے اِسکے لئے تیار رہنا چاہیئے"۔

وہ اِسی قسم کے خیالات میں گُم صُم شاہراہ اپیاآن کے ساتھ ساتھ چلا جا رہا تھا۔ اُس نے اُس ہجوم کو بالکل نہ دیکھا جو گلی کے موڑ پر کھڑا تھا۔ جب اچانک اُسے اُن کا احساس ہُوا تو وہ اُن کے بیچ میں تھا۔ پھر یکایک کسی نے اُسے روک کر کہا

"دوست! ذرا ٹھہرو! ایسی بھی کیا جلدی ہے۔ یہ بتاؤ کہ تم کون ہو اور کہاں جا رہے ہو؟

"راستہ چھوڑ دو!" مارسلس نے اُس آدمی کو ہٹاتے ہوئے تحکمانہ انداز میں کہا۔

سب لوگ اُس کے حاکمانہ انداز اور باختیار آواز سے متاثر ہو کر خاموش ہو گئے۔ مگر اُن کے ترجمان نے ہمت سے کام لیتے ہوئے کہا

"تم بتاتے کیوں نہیں کہ کون ہو؟ تم یہاں سے گزر نہیں سکتے"۔

"ایک طرف ہٹ جاؤ۔ کیا تم مجھے نہیں جانتے! میں پرتوریان کا افسر ہوں"۔

یہ لفظ سنتے ہی اُنہوں نے فوراً اُسے رستہ دے دیا اور مارسلس

اُن کے درمیان سے باہر آگیا۔ لیکن وُہ چار قدم ہی اُن سے آگے گیا ہوگا کہ ہجوم کی طرف سے آواز آئی۔

"پکڑلو! پکڑلو! یہی مارسلس ہے۔ مسیحی مارسلس!"

بھیڑ نے شور مچایا۔ مارسلس کو مزید آگاہی کی ضرورت نہ تھی۔ وہ سامان کا بنڈل چینک سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا۔ سب اُسکے پیچھے بھاگ کھڑے ہوئے، لیکن اُس کی فوجی تربیت کام آئی اور وہ جلد ہی اُن سے آگے نکل گیا۔ اُس کا رُخ دریا کی طرف تھا جہاں پہنچ کر اُس نے اُس میں چھلانگ لگا دی اور تیر کر دوسری جانب جا نکلا۔ تعاقب کرنے والے دریا کے کنارے تک پہنچے مگر کسی نے پانی میں کُود کر اُس کا پیچھا کرنے کی ہمت نہ کی۔

دسواں باب

گرفتاری

ہنوریس عبادت گاہ میں دیگر دو تین ایمان داروں کے ساتھ جن میں خاتون سیسیلیا بھی شامل تھیں بیٹھا ہوا تھا - ایک لیمپ کی مدھم کرنیں اس منظر پہ ہلکی ہلکی روشنی بکھیر رہی تھیں - وہ سب خاموش اور اُداس تھے - یہ اُداسی آج عام دنوں سے کہیں زیادہ گہری معلوم ہوتی تھی - اُن کے ارد گرد تہ خانے کے دوسرے حصوں سے آوازوں اور قدموں کا ملا جلا شور اُنکی زندہ درگور زندگی کی نشاندہی کرتا تھا -

یکا یک تیز قدموں کی آواز سُنائی دی اور مارسلس داخل ہُوا - عبادت گاہ میں موجود افراد اُسے دیکھتے ہی خوشی سے اُچھل پڑے - سیسیلیاہ نے بے تابی سے سوال کیا " پو لیو کہاں ہے ؟ "

" میں نے اُسے نہیں دیکھا " مارسلس نے جواب دیا -

" نہیں دیکھا " !!

" کیوں ! کیا اُسے بہت دیر ہو گئی ہے ؟ "

" اُسے تو اب سے چھ سات گھنٹے پہلے یہاں پہنچ جانا چاہیے تھا فکر سے میری جان ہلکان ہوئی جاتی ہے "

فکر نہ کیجئے۔ وہ اپنی حفاظت کرنا بخوبی جانتا ہے۔"

کہنے کو تو خاتون سیسیلیاہ کی دلجوئی کی خاطر مارسلس نے یہ الفاظ کہہ ڈالے مگر اُس کے چہرے کے تاثرات اُس کے اندرونی جذبات کی غمازی کر رہے تھے۔ وہ خود بھی دل ہی دل میں بے حد پریشان ہے۔

سیسیلیاہ بولیں "فکر کیسے نہ کروں! بدقسمتی سے ہمیں سب حالات معلوم ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ ہمیں کن نئے خطروں کا سامنا ہے۔ زندگی اس سے پیشتر کبھی اتنی محال نہ تھی۔"

"ہاں تم کہو، تمہیں کیوں اتنی دیر ہوگئی؟ ہم تو تمہاری طرف سے بھی ناامید ہوگئے تھے۔"

مارسلس نے کہا "مجھے کچھ لوگوں نے شاہراہ اپیان کے نزدیک گھیر لیا تھا۔ میں سامان کا بنڈل وہیں پھینک کر دریا کی طرف بھاگ نکلا۔ انہوں نے میرا تعاقب کیا مگر میں دریا میں کود پڑا اور تیر کر دوسری طرف جا نکلا۔ وہاں سے میں گلیوں میں سے چکر کھاتا ہوا سلامتی سے یہاں پہنچ گیا۔"

"تم بال بال بچے ہو۔ جانتے ہو تمہیں پکڑوانے والے کے لئے بڑے انعام کا اعلان کر دیا گیا ہے؟"

"تو آپ تک یہ خبر پہنچ گئی ہے؟"

"ہاں اور اس کے علاوہ بھی بہت کچھ سننے میں آیا ہے۔ حکومت نے ہمارا قلع قمع کرنے کے لئے اپنی کوششوں کو تیز تر کر دیا ہے۔ غرض آج سارا دن اسی طرح کی مایوس کن خبریں ہی ہم تک پہنچتی رہی ہیں۔ بلاشک ہمیں پہلے سے بھی زیادہ اپنے خداوند پر بھروسہ کرنا چاہیئے کیونکہ صرف وہی ہمیں بچا سکتا ہے۔"

"ہم ابھی بھی اُن کی کوششوں کو ناکام بنا سکتے ہیں" مارسلس نے پُر اُمید لہجے میں کہا۔

"وہ یہاں سے باہر جانے والے خاص خاص راستوں کی نگرانی کر رہے ہیں" سنور ریئس نے کہا۔

"تو پھر کیا ہُوا؟ راستوں کی یہاں کونسی کمی ہے! ہم نئی راہیں اختیار کر لیں گے۔"

"کیا تمہیں معلوم ہے کہ ہماری جماعت کے چیدہ چیدہ بھائیوں کی گرفتاری کے لئے بھی انعام مقرر کر دیا گیا ہے۔ ہمارے ہاں خوراک کا ذخیرہ بھی کم ہوتا جا رہا ہے۔"

"لیکن ہمارے ہاں دلیر اور وفادار لوں کی کمی نہیں۔ جان کو ہتھیلی پر رکھنا ہمارے جوانوں کا شیوہ بن چکا ہے۔ یہاں رہتے ہوئے کھانے پینے کی اشیا کی کمی نہ ہوگی۔ اگر ہم اُن کے ہاتھوں سے بچ نکلیں تو خوراک لا سکیں گے اور اگر اُن کے ہاتھوں مر جائیں تو زندگی کا تاج پائیں گے۔"

"مارسلس تم ٹھیک کہتے ہو۔ تمہارے ایمان نے میرے خوف کو دُور کر دیا ہے۔ یہاں رہنے والے لوگ بھلا موت سے خائف کیوں کر ہونے لگے! ہاں یہ وقتی اُداسی ہے جو جاتی رہے گی لیکن آج ہم نے ایسی بُری خبریں سُنی ہیں جنہوں نے ہمارے دل و دماغ کو مایوسی سے بھر دیا ہے۔"

اب سنور ریئس بڑے غمزدہ لہجے میں بولا۔

"چند ماہ گذرے شہر میں پچاس مسیحی جماعتیں تھیں جن سے حق

اور سچائی کی شعاعیں پھوٹتی تھیں اور جہاں سے حمد و ثنا کی آواز خدائے باری تعالےٰ کے حضور پہنچتی تھی مگر اب جماعتیں تتر بتر ہو کر روپوش ہونے پر مجبور ہو چکی ہیں ۔"

یہ کہہ کر وہ گویا جذبات سے مغلوب ہو کر خاموش ہو گیا ۔ اور پھر قدرے توقف کے بعد رقت آمیز مدھم آواز میں اسّی زبور کے اداس الفاظ دہرانے لگا

"اے خداوند لشکروں کے خدا!
تو کب تک اپنے لوگوں کی دعا سے ناراض رہے گا
تو نے اُن کو آنسوؤں کی روٹی کھلائی
اور پینے کو کثرت سے آنسو ہی دیئے ۔
تو ہم کو ہمارے پڑوسیوں کے لئے جھگڑے کا باعث بناتا ہے
اور ہمارے دشمن آپس میں ہنستے ہیں ۔
اے لشکروں کے خدا! ہم کو بحال کر
اور اپنا چہرہ چمکا تو ہم بچ جائیں گے ۔
تو مصر سے ایک تاک لایا
تو نے قوموں کو خارج کر کے اُسے لگایا ۔
تو نے اُس کے لئے جگہ تیار کی ۔
اُس نے گہری جڑ پکڑی اور زمین کو بھر دیا ۔
پہاڑ اُس کے سایہ میں چھپ گئے
اور اُس کی ڈالیاں خدا کے دیوداروں کی مانند تھیں ۔
اُس نے اپنی شاخیں سمندر تک پھیلائیں ۔

اور اپنی ٹہنیاں دریائے فرات تک
پھر تو نے اُس کی باڑوں کو کیوں توڑ ڈالا
کہ سب آنے جانے والے اُس کا پھل توڑتے ہیں؟
جنگلی سؤار اُسے برباد کرتا ہے۔
اور جنگلی جانور اُسے کھا جاتے ہیں۔
اَے لشکروں کے خدا! ہم تیری منّت کرتے ہیں پھر متوجّہ ہو۔
آسمان پر سے نگاہ کر اور دیکھ اور اِس تاک کی نگہبانی فرما
اور اِس پودہ کی بھی جسے تیرے دہنے ہاتھ سے لگایا ہے
اور اُس شاخ کی جسے تو نے اپنے لئے مضبوط کیا ہے۔
یہ آگ سے جلی ہوئی ہے۔ یہ کٹی پڑی ہے۔
وہ تیرے منہ کی جھڑکی سے ہلاک ہوتے جاتے ہیں۔"
مارسلس نے کہا

"بزرگ سنوریس آپ اُداس ہیں۔ اِس میں شک نہیں کہ ہماری تکالیف دن بدن بڑھتی جا رہی ہیں لیکن ہم اُس کے وسیلے سے جس نے ہم سے محبت کی فتح سے بڑھ کر غلبہ پاتے ہیں۔ خداوند کیا فرماتا ہے

"جو غالب آئے میں اُسے اُس زندگی کے درخت میں سے جو خدا کے فردوس میں ہے پھل کھانے کو دوں گا۔"

"جان دینے تک وفادار رہ تو میں تجھے زندگی کا تاج دوں گا۔ جو غالب آئے اُسے دوسری موت سے نقصان نہ پہنچے گا۔"

"جو غالب آئے مَیں اُسے پوشیدہ مَن میں سے دوں گا اور ایک سفید پتھر دوں گا۔ اُس پتھر پر ایک نیا نام لکھا ہوا ہوگا۔ جسے اس

کے پانے والے کے سوا کوئی نہ جانے گا۔"

"جو غالب آئے اور جو میرے کاموں کے موافق عمل کرے میں اُسے قوموں پر اختیار دوں گا۔ اور میں اُسے صبح کا ستارہ دوں گا۔"

"جو غالب آئے اُسے اِسی طرح سفید پوشاک پہنائی جائیگی اور میں اُس کا نام کتابِ حیات پر سے ہرگز نہ کاٹوں گا بلکہ اپنے باپ اور اس کے فرشتوں کے سامنے اُس کے نام کا اقرار کروں گا۔"

"جو غالب آئے میں اُسے اپنے خدا کے مقدس میں ایک ستون بناؤں گا۔ وہ پھر کبھی باہر نہ نکلے گا اور میں اُسے اپنے خدا کا نام اور اپنے خدا کے شہر یعنی نئے یروشلیم کا نام جو میرے خدا کے پاس سے آسمان سے اُترنے والا ہے اور اپنا نیا نام اُس پر لکھوں گا۔"

"جو غالب آئے میں اُسے اپنے ساتھ تخت پر بٹھاؤں گا جس طرح میں غالب آکر اپنے باپ کے ساتھ اُس کے تخت پر بیٹھ گیا۔"

کلامِ پاک کی آیات کی تلاوت کے دوران مارسلس کا چہرہ جذبۂ عقیدت کے نور سے دمک اُٹھا اور اُس کی آنکھوں میں امید کے دیئے جگمگا اُٹھے۔ آیات میں مذکور نیا یروشلیم، سونے کی سڑکیں، فتح کی علامت کھجور کی شاخیں، برّے کا گیت اور تخت پر بیٹھنے والا کا تابناک چہرہ اُن کی چشمِ تصوّر کے سامنے تھا۔ ان آیات کی روشنی میں خدا کے جلیل وعدوں نے اُن کی رُوح کو اس طرح تقویت مہیا کی کہ وہ اپنی موجودہ تکالیف کو بھول کر آئندہ زندگی کے ابدی آرام کے خیالوں میں مستغرق ہو گئے۔

مارسلس خاموش ہوا تو کسی قدر توقف کے بعد سنوریئس نے کہا "کلامِ خدا کے حوصلہ افزا الفاظ نے میرا غم غلط کر دیا ہے۔ بھائیو!

دنیاوی دُکھوں کو خاطر میں نہ لاؤ اور انہی فکروں کو اُسی پر ڈال دو۔ خدا کی بادشاہت میں سب سے کمسن یعنی مارسلّس ایمان میں ہم سے سبقت لے گیا ہے۔ آؤ موجودہ تکالیف کو نظرانداز کر کے اُس خوشی پر نظر رکھیں جو ہمارے سامنے ہے کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ اگر یہ فانی جسم ہلاک ہو جائے تو ہمارے لئے آسمان پر مکان موجود ہے جو ہاتھ سے بنا ہُوا نہیں۔

اِن اُمور کی یاددہانی اِس لئے کروا رہا ہوں کہ دشمنوں نے ہمیں گھیر رکھا ہے اور وہ قریب سے قریب تر ہوتے جا رہے ہیں۔ آیئے ہم سب ازسرِنو عہد کریں کہ سچّے مسیحیوں کی طرح مریں گے۔"

یہ کہہ کر سنوریئس خاموش ہُوا تو مارسلّس بولا

"معاف کیجئے آپ اتنی مایوسی کی باتیں کیوں کر رہے ہیں؟ کیا آج موت پہلے کی نسبت ہمارے زیادہ قریب آ گئی ہے؟ میری دانست میں ہم یہاں خاصے محفوظ ہیں۔"

"تو کیا تم نے وہ خبر نہیں سُنی؟"

"کونسی خبر؟"

"کرسپُس کے مرنے کی۔"

"کرسپُس! مر گیا! کب۔ کیسے؟"

قیصر کے سپاہی کسی ایسے شخص کی مدد سے جو یہاں کے راستوں سے بخوبی واقف ہے آئے اور دریائے تابڑ کے اُس طرف والے علاقے میں داخل ہو گئے۔ انہوں نے یک لخت اُس کمرے پر حملہ کر دیا جہاں جماعت عبادت میں مصروف تھی۔ بھائیوں نے جلدی سے خطرے کا

اعلان کیا تو سب بھاگ اُٹھے مگر بھائی کرسپِنس نے کمزوری یا شاید شوقِ شہادت کی وجہ سے وہاں سے ٹلنے سے انکار کر دیا اور دوزانو ہو کر دست بدعا ہو گئے۔ دو وفادار خدمت گار بھی اس وقت اُن کے ساتھ تھے۔ سپاہی نے کمرے میں داخل ہوتے ہی کرسپنس کو دعا کرتے دیکھ کر اُن کے سر پر ایسی ضرب لگائی کہ مغز باہر نکل پڑا اور وہ ایک دم وہیں جاں بحق ہو گئے۔ اُن کے خدمت گاروں کو بھی اسی دم موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ وہ تینوں شہدا کی بلند مرتبت فضا میں جا کھڑے ہوئے ہیں۔ وہ موت تک وفادار رہے ہیں اور زندگی کے "تاج کے حقدار ٹھہرے ہیں"

عین اس وقت عبادت گاہ سے باہر شور سُنائی دیا۔ سب کے سب ایک دم چونکتے ہو کر بیک آواز بولے "سپاہی"

مگر اُن کا خیال غلط نکلا۔ یہ شور شہر سے پیغام لانے والے ایک مسیحی کی وجہ سے تھا۔ وہ زرد رُو، لرزاں و ترساں عبادت گاہ میں داخل ہُوا اور ہانپتا کانپتا فرش پر گر پڑا۔ سب سے پہلے الفاظ جو اُسکے لبوں پر آئے وُہ تھے

"افسوس! افسوس!"

اِس شخص پر نظر پڑتے ہی خاتون سیسیلیاہ کی حالت دگرگوں ہوگئی۔ وہ سر سے پاؤں تک کانپنے لگیں اور دیوار سے ٹکرا گئیں۔ اُن کے ہاتھوں کی مٹھیاں بند اور آنکھیں چھت کو گھُور رہی تھیں۔ اُن کے لب جنبش کر رہے تھے۔ گویا وہ کچھ کہنے کی سعی کر رہی ہوں مگر اُن کے منہ سے کوئی آواز برآمد نہ ہو سکی۔

ہنوریئس نے پیغام رساں سے کہا "بولو جوان کچھ بتاؤ"

"پولیو" اور یہ کہہ کر پیغام رساں پھر خاموش ہو گیا۔

"اُسے کیا ہوا؟" مارسلس نے کسی قدر درشت لہجے میں سوال کیا۔

"اُسے گرفتار کر لیا گیا ہے۔ وہ قید میں ہے۔"

عین اُس وقت فضا میں ایک جگہ پاش چیخ بلند ہوئی۔ یہ خاتون سیسیلیاہ کے لبوں سے برآمد ہوئی تھی اور اگلے ہی لمحے وہ دھڑام سے فرش پر گر گئیں۔

پاس کھڑے ہوئے لوگ سرعت سے اُن کو سنبھالنے کی طرف متوجہ ہوئے۔ انہیں اُن کی رہائش گاہ میں پہنچایا گیا جہاں انہیں ہوش میں لانے کے لئے منہ پہ پانی کے چھینٹے دیئے گئے۔ کچھ دیر بعد اُن کی طبیعت میں کسی قدر افاقہ ہوا تاہم یہ معلوم ہوتا تھا گویا وہ خواب کی حالت میں ہوں۔ جب اُن کو ہوش میں لانے کی کوششیں جاری تھیں تو اس اثنا میں مارسلس پیغام رساں سے پوچھ گچھ کر رہا تھا۔

"کیا پولیو تمہارے ساتھ تھا؟" اُس نے پوچھا۔

"نہیں وہ اکیلا تھا۔"

"وہ کس کام سے گیا تھا؟"

"مسیحیوں کے متعلق تازہ ترین خبر حاصل کرنے کے لئے۔ لیکن جب وہ گھر واپس آ رہا تھا تو میں سڑک کے ایک طرف کچھ فاصلے پر اُس کے پیچھے پیچھے تھا۔ ہم اسی طرح چلتے رہے حتےٰ کہ ہم لوگوں کے ایک ہجوم تک جا پہنچے۔ میں یہ دیکھ کر دنگ رہ گیا کہ انہوں نے یکایک روک کر اُس سے پوچھ گچھ شروع کر دی۔ میں ان کے سوالوں کو تو نہ سُن سکا مگر اُن کے گفتگو کے انداز سے صاف ظاہر تھا کہ وہ اس کو ڈرا دھمکا رہے ہیں۔ خاصی

بحث کے بعد پھر میں نے دیکھا کہ وہ اُس کو پکڑ رہے ہیں۔ اتنے بڑے ہجوم کے مقابلے میں اُس کی مدد کرنا سراسر بے وقوفی تھی۔ لہٰذا میں ناچار کھڑا دیکھتا رہا کہ وہ اُس کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔ قریباً نصف گھنٹے بعد فوجی کونسل کی گارڈ کا ایک دستہ وہاں آیا۔ پولیو کو اِن سپاہیوں کے حوالے کر دیا گیا وہ اس کو ساتھ لے کر وہاں سے چلتے بنے۔

" فوجی کونسل کی گارد! کیا تمہیں معلوم ہے کہ اُن کا کپتان کون تھا؟"

"ہاں۔ اُس کا نام لوکلس ہے"۔

"یہ تو اچھا ہوا" اور یہ کہہ کر مارسلس گہری سوچ میں غرق ہو گیا۔

گیارھواں باب

پیشکش

شام کے سائے پر تور یان کیمپ کو اپنی لپیٹ میں لے رہے تھے۔ لوکلس اپنے کمرے میں سوچوں میں گم صم بیٹھا تھا کہ دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔ اُس نے فوراً اُٹھ کر دروازہ کھول دیا۔ ایک آدمی داخل ہوا اور کمرے کے وسط میں آکر کھڑا ہو گیا۔ اُس نے وہ بھاری لبادہ، جو اُس نے اپنے لباس کے اوپر اوڑھ رکھا تھا اُتار کر ایک طرف رکھ دیا اور لوکلس کے عین سامنے کھڑا ہو گیا۔

"مارسلس!" لوکلس حیرت سے پکار اُٹھا۔

اور لپک کر نووارد سے بغلگیر ہو گیا۔ اُس کے چہرے بشرے بلکہ روئیں روئیں سے خوشی و مسرت پھوٹ رہی تھی۔ وہ بولا "پیارے دوست۔ کیا حسنِ اتفاق ہے کہ میں ابھی ابھی تمہیں یاد کر کے یہی سوچ رہا تھا کہ جانے کب تم سے ملاقات ہو۔ ہاں تو کہو میں اِس ملاقات کے لئے کس واقعہ کا مرہونِ منّت ہوں؟"

مارسلس اُداسی سے بولا "آہ اب ہماری ملاقاتیں گنی چُنی ہوں گی۔ اس وقت بھی میں اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر یہاں آیا ہوں۔"

اِس پر لوکلس کے چہرے پر بھی اُداسی کی پرچھائیاں چھا گئیں۔ کسی قدر

تامل کے بعد اُس نے کہا

"تم ٹھیک کہتے ہو۔ تمہارا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ تمہارے گرفتار کرنے والے کے لئے حکومت کی طرف سے انعام کا اعلان کر دیا گیا ہے، تاہم یہاں پر تم آج بھی اُتنے ہی محفوظ ہو جتنے اُن بھلے دنوں میں ہوا کرتے تھے جب تمہیں اُس نئے مذہب کے پاگل پن کا اشتیاق نہیں ہوا تھا۔ مارسلس کیا وہ اچھے دن واپس نہیں آ سکتے؟ میں تمہیں اس حالت میں دیکھ نہیں سکتا۔"

"مجبوری ہے۔ میں اپنی فطرت بدل نہیں سکتا نہ اپنے کئے کو مٹا سکتا ہوں اور نہ میں ایسا کرنا چاہتا ہوں۔ عزیزم لوکلس گرچہ تمہاری نگاہ میں میرا مقدر نہایت تاریک ہے تاہم یہ ایک حقیقت ہے کہ میں اپنی زندگی میں پیشتر ازیں کبھی اتنا خوش نہ تھا جتنا اب ہوں۔"

"خوش!" لوکلس حیرت سے چلا اُٹھا۔

"ہاں ہاں خوش! کیونکہ ہم ہر طرف سے مصیبت تو اُٹھاتے ہیں مگر لاچار نہیں ہوتے۔ ستائے تو جاتے ہیں مگر نا اُمید نہیں ہوتے۔ شہنشاہ کے قہر کا نشانہ ہونا کوئی معمولی امر نہیں۔"

"مجھے اس امر سے انکار نہیں۔ میں آئے دن مسیحی بھائیوں کو قہر شاہی کا شکار بنتے دیکھتا ہوں۔ ہنستے بولتے دوست مجھ سے پھر ملنے کا وعدہ کر کے جُدا ہوتے ہیں اور پھر کبھی نظر نہیں آتے۔ بارہا میرے ساتھی اوپشہر میں جاتے ہیں لیکن جب آتے ہیں تو اپنے پاؤں پر چل کر نہیں بلکہ سامان کی گٹھڑی کی صورت میں اُٹھا کر لائے جاتے ہیں اور پھر اُنہیں صبر و شکر کر کے سپرد خاک کر دیا جاتا ہے۔ میں جانتا ہوں

کہ خود میرے گرد بھی موت کا دائرہ قریب سے قریب تر ہوتا جا رہا ہے۔"

"اور پھر بھی کہتے ہو کہ تم خوش ہو!"

"ہاں لوکلس مجھے ایسا اطمینان حاصل ہے جسے دنیا نہیں جانتی۔ ایسا اطمینان جو اوپر سے ملتا ہے اور دنیا کی سمجھ بوجھ سے بالکل باہر ہے۔"

"مارسلس، میں جانتا ہوں کہ تم شیر دل ہو اور موت سے قطعی خائف نہیں لیکن مجھے ہرگز یہ علم نہ تھا کہ تم میں اتنا صبر و تحمل اور ہمت و حوصلہ بھی ہے کہ تم اُن سب مصائب کو بے چون و چرا برداشت کر لو گے جن کا سامنا اب تمہیں کرنا ہوگا۔ تمہاری یہ ہمت غیر فطرتی ہے یا پاگل پن کی جنونی کیفیت۔"

"لوکلس یہ طاقت اُوپر ہی سے ہے۔ میرے نزدیک میرا خداوند یسوع مسیح دنیا کی ساری عزت اور دولت سے زیادہ بیش بہا ہے۔ ایک وقت تھا جب مجھ میں اس حقیقت کو پہچاننے کی اہلیت نہ تھی مگر اب پرانی چیزیں جاتی رہیں اور سب نئی ہوگئی ہیں۔ اس نئی قوت کے بل بوتے پر میں اُن تمام مصائب کو برداشت کر سکتا ہوں جو مجھے پہنچائی جا سکتی ہیں۔ میں زندگی میں سوائے دُکھ کے کسی چیز کی توقع نہیں کرتا اور یہ بھی جانتا ہوں کہ میں سخت جانکنی کی حالت میں مروں گا۔ تاہم یہ تلخ حقائق میرے اُس ایمان کو مغلوب نہیں کر سکتیں جو میرے باطن میں جاگزیں ہو چکا ہے۔"

لوکلس غمزدہ لہجے میں بولا۔ "مجھے یہ دیکھ کر سخت کوفت ہوتی ہے کہ تم اپنی دانست کے اس قدر پکے ہو۔ اگر تمہارے ارادے میں ذرا بھی لغزش

کی جھلک ہوتی تو میں امید کرتا کہ وقت گذرنے پر تمہارے جذبات، اور خیالات اور ہو جائیں گے۔ مگر مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم اپنے ارادے میں اٹل ہو اور اپنی ہٹ سے باز نہ آؤ گے۔"

"خدا مجھے آخر تک ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔"

مارسلس نے بڑی گرمجوشی سے کہا۔ وہ پھر بولا

لیکن آج میں اپنے جذبات اور احساسات کا اظہار کرنے نہیں آیا بلکہ ایک خاص مقصد کے لئے تمہاری مدد کی درخواست کرنے حاضر ہوا ہوں۔ تمہیں یاد ہوگا کہ تم نے وعدہ کیا تھا کہ اگر کبھی مجھے ضرورت پڑی تو تم دوستی کا حق ادا کرو گے۔ میں اُسی وعدے کی وجہ سے آج یہاں حاضر ہوں۔"

"مارسلس، میں حتے المقدور تمہاری مدد کے لئے تیار ہوں۔ کہو کیا چاہتے ہو؟"

"تمہارے پاس ایک قیدی ہے۔"

"قیدی تو کئی ہیں۔"

"جس قیدی کا میں ذکر کر رہا ہوں وہ ایک لڑکا ہے۔"

"ہاں مجھے یاد ہے۔ چند دن ہوئے میرے سپاہیوں نے ایک لڑکے کو گرفتار کیا تھا۔"

"عمر کے لحاظ سے اس غریب لڑکے کی گرفتاری قانوناً جائز نہیں۔ شہنشاہ کا قہر معصوم بچوں پر نازل نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ لڑکا تمہاری حراست میں ہے۔ میں اس لڑکے کی رہائی کی خاطر آیا ہوں۔"

"افسوس مارسلس یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ کیا تم اتنی جلدی رومی فوج

کے قوانین و ضوابط فراموش کر چکے ہو؟ کیا تم یہ نہیں جانتے کہ اگر میں ایسا کروں تو اپنے حلف کی خلاف ورزی کروں گا جو بھرتی ہوتے وقت اُٹھایا تھا اور اس طرح غداری کا مرتکب ہوں گا؟ اگر تم مجھ سے تلوار پر گر کر مر جانے کی فرمائش کرتے تو میں زیادہ رضامندی سے ایسا کر گذرتا۔

"میں نہ فوجی حلف کو بھولا ہوں نہ اُسکے قانون و ضبط کو۔ میں نے یہ درخواست فقط اِس بنا پر کی تھی کہ وہ لڑکا محض بچہ ہی ہے اور ممکن ہے اُسے باقاعدہ قیدی نہ سمجھا گیا ہو۔

کیا شہنشاہ کا فرمان بچوں کے لئے بھی کوئی رعایت نہیں کرتا؟"

"نہیں۔ اس میں عمر کی رعایت نہیں۔ کیا تم نے اِس لڑکے سے پہلے بچوں کو تماشا گاہ میں موت کے منہ میں جاتے نہیں دیکھا؟"

"آہ۔ افسوس! مَیں نے دیکھا ہے۔"

ایسا کہتے ہوئے مارسلس کو کمسن لڑکیوں کا وہ گروہ یاد آگیا جس کے آخری وقت کے گانے نے اُس کے دل پر انمٹ اثر کیا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا

"تو اِس کمسن لڑکے کو بھی موت کے منہ میں جانا ہوگا؟"

"بلاشک یا اُسے مسیحی مذہب سے انکار کرنا ہوگا۔" "انکار وہ کبھی نہیں کریگا۔"

"تو پھر تو اُسے اپنے مقدر کو گلے لگانا پڑے گا۔ مارسلس، یہ قانون کی رُو سے ہے اِس میں میرا کوئی ہاتھ نہیں۔ میں تو ایک آلہ کار ہوں۔ مجھے موردِ الزام نہ سمجھو۔"

"میں تم پر الزام نہیں لگاتا۔ مَیں بخوبی جانتا ہوں کہ تم قوانین بجالانے پر مجبور ہو۔ اگر تم اِس عہدے پر فائز ہو تو اُس کے فرائض بجالانا تم پر فرض ہے۔ تاہم میرے پاس ایک اور تجویز ہے۔"

"وہ کیا؟"

"قیدیوں کو آزاد کر دینے کی تو اجازت نہیں لیکن قیدی کے بدلے قیدی لے لینا تو خلافِ قانون نہیں۔"

"ہاں اِس کی تو اجازت ہے۔"

"اگر میں تمہیں ایسے قیدی کا پتہ بتاؤں جو اِس لڑکے سے کہیں زیادہ اہمیت رکھتا ہو تو کیا تم اُس کے بدلے اِس لڑکے کو چھوڑ سکتے ہو؟"

"لیکن تمہارے پاس ہمارا کوئی قیدی نہیں۔"

"یہ ٹھیک ہے لیکن ہمیں اپنے لوگوں پر تو اختیار ہے، اور ہمارے درمیان کئی ایسے افراد ہیں جن کی گرفتاری کے لئے حکومت نے بھاری انعام مقرر کر رکھا ہے۔ اُن میں سے کسی ایک کے لئے ایسے سینکڑوں لڑکے بخوشی دیئے جا سکتے ہیں۔"

"تو کیا ایک دوسرے سے بے وفائی کرنا مسیحیوں کا وطیرہ ہے؟" لوکلس نے حیرت سے پوچھا۔

"نہیں۔ ایسا قطعی نہیں۔ لیکن بعض مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کی جان بچانے کے لئے اپنی جان پیش کر دی۔"

"ناممکن!"

"دُور کیوں جاؤ۔ اِس مثال میں تو ایسا ہی ہو رہا ہے۔"

"اچھا بتاؤ اِس لڑکے کے عوضانے میں کِسے پیش کرتے ہو؟"

"مارسلس۔ اپنے آپ کو!"

اِس پر لوکلس حیرت سے اپنی کرسی سے اُچھل پڑا۔

"تم اپنے آپ کو!"

"ہاں میں اپنے آپ کو"

"تم مذاق کر رہے ہو یہ نہیں ہو سکتا!"

"میں سچ کہہ رہا ہوں۔ اور انتہائی سنجیدگی سے، اسی لڑکے کی خاطر میں نے تمہاری ملاقات کے لئے اپنی جان کو خطرے میں ڈالا ہے۔ یہ لڑکا اپنی ماں کا اکلوتا بیٹا اور روم کے ایک قدیم ممتاز گھرانے کا آخری چشم و چراغ ہے۔ اُس کا باپ میدانِ جنگ میں لڑتے ہوئے مارا گیا تھا۔ یہ لڑکا سرویلی خاندان سے ہے۔"

"کیا اُس کی ماں سیسیلیاہ نہیں؟"

"ہاں۔ وہ بھی ہماری طرح وہیں پناہ گزیں ہیں۔ یہ لڑکا اُس خاتون کی جان ہے۔ وہ بیچاری ہر روز اُسے اوپر شہر میں جانے کی پرخطر مہم پر اس لئے جانے دیتی ہیں کہ وہاں کی نمدار ہوا اُس کی صحت کو خراب نہ کر دے۔ وہ بچے کی غیر موجودگی میں ایسی اذیت برداشت کرتی ہیں جو بیان سے باہر ہے۔ اِن وجوہ کی بنا پر میں اپنے آپ کو اِس لڑکے کے عوضانے میں پیش کرتا ہوں۔

"میرا کیا ہے؟ بھری دنیا میں اکیلا ہوں۔ کوئی زندگی مجھ سے وابستہ نہیں کسی اور زندگی کی کفالت کا میرے وجود پر دار و مدار نہیں۔ میں موت سے نہیں ڈرتا۔ ایک دن مرنا تو ہے ہی۔ کل نہ سہی آج سہی اور میرے نند دیک یونہی مر جانے سے کسی کے بدلے جان دے دینا زیادہ قابل قبول ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ میں دوستی کے مقدس رشتے، اور تمہارے باطن میں موجود رحم اور مدد کے اُس وعدے کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ میری زندگی کو اُس لڑکے کے بدلے میں قبول کر لو۔"

یہ سُن کر لوکاس اُٹھ کر انتہائی بے چینی کے عالم میں ٹہلنے لگا۔ وہ کہہ رہا تھا

"مارسلس تم مجھے اتنی کڑی آزمائش میں کیوں ڈالتے ہو؟"

"میری پیشکش تو سیدھی سادی ہے۔"

"تم بھول رہے ہو کہ مجھے تمہاری زندگی عزیز ہے۔"

"لیکن مجھے اُس کمسن لڑکے کا خیال ہے۔"

"یقین کرو کہ مجھے خود اس پر بے حد ترس آتا ہے لیکن میں اُس کے سر کے بدلے تمہارا سر قبول نہیں کر سکتا۔"

"ارے بھائی! میرے سر کا کیا ہے۔ اُس پر تو یوں بھی تلوار لٹک رہی ہے۔ مَیں تمہاری منت کرتا ہوں کہ اسے قبول کر لو، یونہی کٹ جانے سے بہتر ہے کہ کسی کے کام آجائے۔"

"تاہم جب تک میں تلوار کو روک سکتا ہوں اُسے تمہارے نزدیک نہ آنے دُوں گا۔ دیوتاؤں کی قسم، مَیں ہر ممکن کوشش کروں گا کہ تمہیں عرصے تک جان دینے کے لئے دنگل میں حاضر ہونا نہ پڑے۔"

"اگر ایک دفعہ مَیں اُن کے ہتھے چڑھ گیا تو کوئی مجھے بچا نہ سکے گا خواہ تم کتنی ہی کوشش کیوں نہ کرو۔"

"شائد میں شہنشاہ کے قہر کے رُخ کو پھیر سکوں۔ لیکن اگر میں کچھ بھی نہ کر سکوں تو بھی تمہاری اِس تجویز کو میں قبول نہیں کر سکتا۔ ایسا کرنا تمہاری گردن پر چھُری چلانے کے مترادف ہے۔ میں ایسی تجویز کے حق میں اپنے منہ سے ہاں نہیں کہہ سکتا۔"

"اگر میں خود شہنشاہ کے حضور حاضر ہو جاؤں تو میرا خیال ہے کہ میری

درخواست قبول کرلی جائے گی۔"

"خبردار!! ایسی حماقت نہ کر بیٹھنا۔ جانتے ہو اس کا نتیجہ کیا ہوگا ارادہ تم دونوں کو فوراً موت کے گھاٹ اتار دے گا۔"

"میں کسی قاصد کے ہاتھ پیغام بھیج سکتا ہوں۔"

"اب پیغام کا کوئی وقت نہیں رہا۔ پیغام اُس تک نہیں پہنچے گا اور اگر پہنچے گا بھی تو لڑکے کی موت کے بعد۔"

"تو گویا تمہارے خیال میں لڑکے کو بچانے کی کوئی صورت نہیں؟"

"نہیں۔"

"اور تم میری درخواست تسلیم کرنے سے قطعی انکار کرتے ہو؟"

"افسوس، کہ میں اپنے دوست کا قاتل کہلانا پسند نہیں کرتا۔ مارسلس مجھ پر رحم کرو اور مجھے اِس معاملے میں معذور سمجھو۔ میں ہرگز اِس ناقابلِ قبول تجویز کو تسلیم نہیں کر سکتا۔"

"خدا کی مرضی پوری ہو۔ مجھے واپس جانا چاہیئے۔ آہ مجھے افسوس ہے کہ میں اپنے ساتھ غم کا پیغام لئے جا رہا ہوں تب دونوں دوست خاموشی سے بغلگیر ہوئے اور مارسلس اپنے دوست لوکلس کو اپنی پیشکش پر حیران چھوڑ کر وہاں سے چلا گیا۔

وہ اُس رات بسلامت اپنی جائے پناہ میں پہنچ گیا۔ جو ساتھی اُس کے شہر میں جانے کی مہم کے مقصد سے استثنا تھے وہ اُس کو رنج و خوشی کے ملے جُلے جذبات سے ملے۔ خاتون سیسیلیاہ غنودگی یا نیم بے ہوشی کی حالت میں اپنی چارپائی پر پڑی تھیں۔ اس میں شک نہیں کہ وہ بہت باہمت خاتون تھیں۔ انہوں نے اس جگہ قیام کے اِن ایام میں امید و بیم

سے ہاتھا پائی میں بڑی عالی حوصلگی سے کام لیا تھا، لیکن آخر کار سر پر لٹکنے والے خطرے کی تلوار اُن کے جسمانی اور ذہنی قویٰ پر غلبہ پاہی گئی۔ معلوم ہوتا تھا کہ اُن کے جسمانی قویٰ نے حالات کے عنیف و غضب کے سامنے بالآخر ہتھیار ڈال دیئے ہوں۔ پوتیفر کی گرفتاری نے رہی سہی کسر پوری کر دی۔

اُس رات وہ سب اُن کی چارپائی کے گرد بیٹھے رہے۔ وہ ہر گھڑی کمزور سے کمزور تر ہوتی جاتی تھیں اور زندگی پر اُن کی گرفت ہر لحظہ کم ڈھیلی ہوتی جارہی تھی۔ کبھی اُن کے ایک آدھ جُملے سے یوں معلوم ہوتا کہ وہ اپنے حواس میں نہیں۔ گاہے گاہے اپنی زندگی کے خوشی میں گزارے ہوئے اوائل ایام کا ذکر کرنے لگتیں۔

چند گھنٹے یونہی گذر گئے۔ اب دنیاوی یادیں اور احساسات ماند پڑ چکے تھے، تاہم پوتیفر کا نام اُن کے لبوں پر آجاتا تھا۔ گو ظاہر تھا کہ جو خطرہ اُسے درپیش تھا وہ انہیں یاد نہ تھا۔

مگر ایک اور نام جو آخری وقت بار بار اُن کے لبوں پر آرہا تھا وُہ خداوند یسوع کا نام تھا، جسے وہ نہایت احترام و عقیدت سے ادا کرتیں۔ اور ایسا کرتے ہوئے اُن کا چہرہ امید و اطمینان کی جھلک سے دمک اُٹھتا جس سے یہ حقیقت صاف عیاں تھی کہ خُدا کی محبت کا وہ جذبہ جسے اُنہوں نے آخری ایام ہی میں پایا تھا دمِ آخر اُن کے خیالوں پر چھایا ہوا تھا۔

اَب وہ خاصی دیر سے بالکل خاموش پڑی تھیں۔ پھر یکایک اُن کی آنکھیں کھُلیں۔ اُن کے دُبلے پتلے اور کمزور چہرے پر یک لخت

سرخی کی لہر دوڑ گئی ۔ پاس بیٹھنے والے چوکنّے ہو کر اُن کو تکنے لگے ۔
پھر اِس خاموشی میں اُن کی کمزور آواز صفائی سے سُنائی دی
"خداوند یسوع آ"
اور اِن الفاظ کے ساتھ ہی اُن کی بے داغ رُوح قفسِ عنصری سے
پرواز کر کے خالقِ حقیقی کے حضور پہنچ گئی ۔

بارھواں باب

پولیو کا مقدمہ

پولیو کے مقدمے کی کاروائی کے لئے جس جگہ کا انتخاب کیا گیا تھا وہ قصرِ شاہی سے تھوڑے ہی فاصلے پہ ایک بڑی عمارت کا ہال تھا۔ اس وسیع کمرے کا فرش درخشاں سفید سنگِ مرمر سے بنا ہوا تھا۔ کمرے کے ایک سرے پہ مذبح نما چبوترے پہ کسی دیوتا کی مورتی تھی اور اُس کے مدِ مقابل دوسرے سرے پر لمبے لمبے چوغوں میں ملبوس جج صاحبان اپنی اپنی نشستوں پہ بیٹھے تھے۔ اُن کے سامنے چند سپاہی ایک قیدی کے ساتھ چاک و چوبند کھڑے تھے۔ یہ قیدی خاتونِ سیسیلیاہ کا نورِ چشم پولیو تھا۔

اُسی دن اُسے اپنی عزیز والدہ کی وفات کی خبر بھی ملی تھی۔ یہ خبر اُسے مارسلس نے اپنی جان کو ہزار خطروں میں ڈال کر پہنچائی تھی اس لئے کہ وہ جانتا تھا کہ ماں کی موت کا علم اُسکے عزم و ارادے کو مزید پختگی عطا کر دیگا، کیونکہ دنیا کے ساتھ اُس کا واحد رشتہ اُس کی ماں ہی کا وجود تھا۔ ماں کے جیتے جی وہ زندگی کے دُکھوں کو برداشت کر سکتا تھا مگر اُسکے بغیر وہ خود بھی اِس جہان کو بخوشی خیرباد کہنے کو تیار تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ موت اُسے ایک دم اُس کی پیاری اور پُر شفقت ماں سے ملا دے گی۔

اُس کا دماغ مال اور آئندہ زندگی میں ابدی آرام کے پُر سکون خیالات کی آماجگاہ بنا ہُوا تھا اور غالباً یہی وجہ تھی کہ وہ اپنی پیلی رنگت کے باوجود اپنے قدموں پر سیدھا کھڑا تھا۔ اُس کے چہرے سے ذہانت بطورِ سابق اُس کی شخصیت کو منفرد بنا رہی تھی۔ اُس کی تیز نگاہوں نے ماحول کا جائزہ لے کر فوراً جان لیا کہ اُسے کس راہ پہ چلنا ہوگا اور اُس سے اُس کا نہ ٹلنے والا انجام کیا ہوگا۔

مقدمے کی کارروائی شروع ہوئی اور کمرے کی خاموشی میں گھمبیر آواز گونجی

"تمہارا کیا نام ہے؟"

مرکسؔ ہیرولسؔ کا بیٹا پولیوٹؔ"

یہ نام سُنتے ہی سامعین میں سرگوشیاں شروع ہوگئیں کیونکہ یہ معروف اور معزّز نام روم میں کسی تعارف کا محتاج نہ تھا۔

تم پر مسیحی ہونے کی فردِ جرم لگائی گئی ہے۔ تم اِس سلسلے میں کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"میں نے کوئی جُرم نہیں کیا۔ میں مسیحی ہوں اور خوش ہوں کہ مجھے اتنے لوگوں کے سامنے اپنے ایمان کا اقرار کرنے کا موقع مِلا ہے۔" ایک جج صاحب بولے

"ان سب کا یہی حال ہے۔ یہ سب ایک ہی فارمولا جانتے ہیں۔"

"کیا تم اپنے جرم کی سنگینی کو سمجھتے ہو؟"

پولیوٹ نے جواب دیا "جناب میں نے کوئی جُرم نہیں کیا۔ میرا مذہب

یہ سکھاتا ہے کہ میں خدا کا خوف رکھوں اور قیصر کا احترام کروں۔ میں نے کسی قابل قدر قانون کی خلاف ورزی نہیں کی۔ نہ میں غدار ہوں۔"

"تم کہتے ہو کہ تم غدار نہیں ہو، کیا تم یہ نہیں جانتے کہ مسیحی ہونا ہی بذات خود غداری ہے؟"

"جناب میں مسیحی ہوں غدار نہیں۔"

"ملک کے قانون کی رو سے مسیحی مذہب ممنوع قرار دیا گیا ہے، اور اس کو اختیار کرنے والے کے لئے سزائے موت مقرر ہے۔ اگر تم مسیحی ہو تو تمہیں سزائے موت ملے گی۔"

"بے شک میں مسیحی ہوں" پولیکرپ نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"لہٰذا تم موت کی سزا کے حقدار ہو۔"

"مجھے منظور ہے۔"

"نادان لڑکے، کیا تم نہیں جانتے کہ موت کی اذیت کیا ہوتی ہے؟"

"جناب میں نے گذشتہ چند مہینوں میں موت کو قریب سے دیکھا ہے اور مجھے توقع تھی کہ اپنی باری آنے پر مجھے بھی ایک دن موت کو اسی طرح گلے لگانا ہوگا۔

"تم کمسن اور نادان ہو۔ ہمیں تمہاری کم عمری اور ناتجربہ کاری پر ترس آتا ہے۔ علاوہ ازیں ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اپنی اس غلط کاری کے ذمہ دار تم نہیں بلکہ تمہاری غلط تعلیم و تربیت اور وہ ماحول ہے جس میں تم پروان چڑھے ہو۔ اسی وجہ سے ہم تمہیں خاص رعایت دینے پر آمادہ ہیں۔ یہ مذہب جس کے قریب میں تم آچکے ہو سراسر حماقت ہے۔ تمہارا اعتقاد ہے کہ ایک کنگال یہودی جسے دو سو سال گذرے قتل کروا دیا گیا تھا خدا

ہے ۔ ذرا غور تو کرو اس سے زیادہ انہونی اور ناقابل قبول بات کیا ہو سکتی ہے ! اس کے برعکس ہمارے آباؤ اجداد کا قدیم مذہب بڑا مقبول ہے اور جو ہمارا سرکاری مذہب ہے ۔ اس مذہب میں ہر پیر و جوان ، عاقل اور جاہل سب کو مطمئن کرنے کی صلاحیت موجود ہے ۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ اپنے احمقانہ توہم کو چھوڑ کر اپنے قدیم مذہب کو دوبارہ اپنا لو ۔"

"نہیں ۔ میں ایسا نہیں کر سکتا ۔"

"تم ایک عظیم اور قابلِ احترام خاندان کے چشم و چراغ ہو ۔ حکومت سروِس خاندان کی عظمت کا احترام کرتی ہے ۔ تمہارے آباؤ اجداد دولت و ثروت اور اختیار و اقتدار والے افراد تھے اور اس کے برعکس تم ایک غریب خستہ حال قیدی ہو ۔ ہوش کرو اور اپنے باپ دادا کی عزت و مرتبت کا خیال کرو اور اس جنونی مذہب سے کنارہ کشی کر لو تاکہ اس تابندہ شہرت کو پا سکو جو تمہارے خاندان کے ساتھ ہمیشہ سے منسوب چلی آتی ہے ۔"

"ناممکن ہے ۔"

"تم نے اب تک ایک بدبخت اور شہر بدر شخص کی زندگی گذاری ہے ۔ رُوم کا غریب ترین بھکاری تم سے بدرجہا بہتر ہے ۔ اُسے اپنی خوراک حاصل کرنے کے لئے اتنی محنت اور ذلت اٹھانی نہیں پڑتی جتنی تمہیں ۔ علاوہ ازیں وہ دن کی روشنی سے محروم نہیں اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ اُس کی جان کو کسی قسم کا کوئی خطرہ درپیش نہیں ۔ اُسے ہر گھڑی رومی عدلیہ کا دھڑکا نہیں لگا رہتا ۔ اس کے برعکس اپنی حالت پر غور کرو ۔ تم اپنی زندگی کے دنوں میں ہراسانی کے عالم میں زیرِ زمین گورستان کے گورکھ دھندوں میں گذار رہے ہو ، اور وہاں پر بھی حکومت کی طرف سے

خطرے کی تلوار تمہارے سر پر منڈلاتی رہتی ہے۔ تم ہی سوچو کہ تمہارے مذہب نے جس پر تمہیں اتنا ناز ہے اب تک تمہیں کیا دیا ہے۔ کچھ بھی نہیں۔ صفر بلکہ صفر سے بھی کم۔ لہٰذا اس دھوکا دینے والے مذہب سے منہ موڑ لو۔ اگر اب بھی ایسا کر لو تو دولت، عیش و آرام، دوست احباب اور اعزازات تمہارے منتظر ہیں۔ شہنشاہ خود تم پر خصوصی کرم فرمائیں گے اور حکومت کی طرف سے اعزازات تم پر نچھاور کئے جائیں گے۔"

"جناب! ایسا نہیں ہو سکتا۔"

"تمہارا باپ دلاور سپاہی اور رومی رعایا کا وفادار فرد تھا۔ اس نے میدانِ جنگ میں دلیرانہ لڑتے ہوئے ملک کے لئے اپنی جان قربان کر دی۔ اس وقت تم شیر خوار تھے۔ تم اس کے اکلوتے بیٹے ہو اور اس کے تمام اعزازات کے واحد وارث اور اس بلند مرتبت خاندان کے سلسلے کی آخری کڑی۔ آہ! تمہارے والد کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ تم اپنے گرد و پیش کی چالوں سے متاثر ہو کر گمراہی کا شکار ہو جاؤ گے۔ تم نے غالباً یہ مذہب اپنی ماں کے ایما پر اختیار کیا ہو گا۔ لیکن اس کا دماغ تو تمہارے والد کی اچانک موت سے ٹھکانے نہ رہا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ جھوٹی تعلیم دینے والوں کی باتوں میں آ گئی اور اس طرح نادانستہ تمہاری تباہی کا موجب بنی۔ اگر تمہارے والد بزرگوار آج زندہ ہوتے تو تم ان کے شریف خاندان کی امید ہوتے اور اس صورت میں تمہاری ماں یقیناً اپنے آباؤ اجداد کے مذہب کی پیروکار رہی کیا تمہیں اپنے والد کی یاد کا کوئی احترام نہیں؟

کیا ان کا تمہاری عقیدت پر کوئی حق نہیں؟ کیا ان کا بیٹا ہو کر تم پر فرض

نہیں کہ اُن کی تابندہ روایات کو قائم رکھو؟ کیا ایسے بلند مرتبت خاندان کی آبرو کو بٹا لگانا گناہ نہیں جو سالہا سال سے معروف و مقبول چلا آرہا ہو؟ میں تمہاری خاندانی عزّت و آبرو اور تمہارے مرحوم والد کی یاد کا واسطہ دے کر تمہیں مشورہ دیتا ہوں کہ اپنی موجودہ روش سے باز آجاؤ۔"

"میرا ایمان اور عقیدہ پاک اور مقدّس ہے۔ اس کی وجہ سے میرے آباؤ اجداد کے نام پر کوئی حرف نہیں آئے گا۔ مَیں موت قبول کر سکتا ہوں مگر اپنے نجات دھندہ سے غدّاری کرنا مجھے ہرگز ہرگز گوارہ نہیں۔"

"تم دیکھ رہے ہو کہ ہم تم پر خاص طور پر مہربان ہیں۔ تمہارے عالی حسب و نسب اور تمہاری نافہمی اور ناتجربہ کاری کی وجہ سے ہمیں تم سے ہمدردی ہے۔ اگر تم کوئی عام قیدی ہوتے تو ہم اُسے صرف ایک دفعہ یہ کہتے کہ اپنے رویّے سے باز آؤ یا مرنا قبول کرو۔ لیکن تمہارے ساتھ ہم بحث و تمحیص کرنے پر آمادہ ہیں، اس لئے کہ ہم نہیں چاہتے کہ ایک عظیم اور قدیم خاندان ایک ناسمجھدار شخص کی ضد اور ہٹ دھرمی سے صفحۂ ہستی سے نیست و نابود ہو جائے۔"

"جناب میں اِس رعایت کیلئے آپکا شکر گذار ہوں۔ لیکن اپنے خداوند کی برتر بلاہٹ کے سامنے آپکے دلائل مجھ پر اثر نہیں کر سکتے۔"

"جلد باز اور کوتاہ فہم لڑکے۔ اب ایک ہی دلیل باقی ہے اور وہ شہنشاہ کا غضب ہے۔ کیا تم اسکے سامنے ٹھہر سکتے ہو؟"

"شہنشاہ کا غضب برّے کے قہر سے زیادہ نہیں ہو سکتا۔"

"تم اَب ایسی زبان بول رہے ہو جو عام فہم نہیں۔ برّے کے قہر سے تمہارا کیا مطلب ہے؟ تم یہ نہیں جانتے کہ تمہیں کیسا خطرہ درپیش ہے؟"

"حضور، میرے ساتھیوں نے ہر ممکن آفت کو برداشت کیا ہے جو آپ نے اُنہیں پہنچائی ہے۔ میرا اعتقاد ہے کہ خدائے قادر مجھے بھی اُن کو جھیلنے کی قوت عطا کرے گا۔"

"کیا تم دنگل کی دل دہلا دینے والی دہشتوں کو برداشت کر سکتے ہو؟"

"مجھے امید ہے کہ انسان کی فانی طاقت کے علاوہ ایک اور قوت میری پشت پناہی کرے گی۔"

"کیا تم وحشی شیر اور چیتوں کا سامنا کر سکو گے؟"

"جس پر میں اعتقاد رکھتا ہوں وہ میری مصیبت کے وقت مجھے فراموش نہ کرے گا۔"

"تمہیں اِس کا یقین ہے؟"

"ہاں مجھے اِس لئے یقین ہے کیونکہ اُس نے مجھ سے محبت کی اور اپنے آپ کو میرے لئے فدیہ میں دے دیا۔"

"کیا تم نے جلا کر مارے جانے کے متعلق بھی سوچا ہے؟ یہ نہایت ہی اذیت ناک موت ہوتی ہے۔ کیا تم اِس طرح مرنے کو تیار ہو؟"

"مجبوری ہے۔ اگر ایسا ہی ہے تو میں ایسی موت مرنے سے بھی دریغ نہ کروں گا۔ ہر لمحہ، ہر مرحلہ گذر ہی جاتا ہے۔ مرنے کے بعد میں اپنے خداوند کے حضور آرام و سکون کی حالت میں ہوں گا۔"

"توہم اور تعصب نے تم پر اپنا جادو کر رکھا ہے اور تم اپنے صحیح حواس میں نہیں اور نہ یہ جانتے ہو کہ تمہیں کیا درپیش ہے۔ برخوردار لفظاً دھمکیوں کا جواب دے دینا بہت آسان ہے مگر جب موت شیر یا چیتے یا آگ کی شکل میں ہولناک حقیقت بن کر سامنے آئے گی تب تم

اور تب لعنتی بولو گے "

"میں اُسی سے مدد طلب کروں گا جو اپنوں کو ضرورت کے وقت کبھی فراموش نہیں کرتا "

" اب تک تو اُس نے تمہارے لئے کچھ نہ کیا "

" اُس نے میرے لئے سب کچھ کیا ہے ۔ اُس نے اپنی جان میرے لئے قربان کر دی تاکہ میں زندگی پاؤں ۔ اُس کے وسیلے میں ایسی زندگی کا وارث ہوں جو اس زندگی سے جو آپ مجھ سے لے سکتے ہیں کہیں زیادہ مبارک حال ہوگی "

"یہ محض تمہاری خوش فہمی ہے ورنہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک بدنصیب یہودی جو خود صلیب پر مرا ہو دوسرے کے لئے کچھ کر سکتا ہو ؟"

"وہ خدائے مجسّم تھا ۔ اُس نے جسمانی موت گوارا کی تاکہ ہماری رُوحیں اُس زندگی کو پا سکیں جو فنا نہ ہوگی "

" کیا کوئی بھی چیز یا دلیل تمہاری آنکھیں نہیں کھول سکتی ؟ کیا یہ کافی نہیں کہ ابھی تک تمہارا یہ جنونی مذہب تمہیں سوائے پریشان حالی کے اور کچھ نہ دے سکا ؟ شاید موت کے کھلے منہ کو دیکھ کر ہی تمہارے ہوش ٹھکانے آئیں اور تم اپنی غلط کاری سے باز آجاؤ "

"میرا خداوند مجھے موت پہ غلبہ پانے کی توفیق عطا کرتا ہے ۔ مجھے موت سے کوئی خوف نہیں بلکہ موت میرے نزدیک ایسی چیز ہے جو مجھے اس دُکھ بھری دنیا سے رہائی دلا کر ایک غیر فانی حالت میں داخل کر دے گی ۔ خواہ وحشی درندے مجھے پھاڑ کھائیں یا شعلے مجھے بھسم کر ڈالیں ، ہر صورت

میں میرا انجام ابدی آرام ہوگا۔ وہی مجھے آخر تک وفادار رہنے کی قوت عطا کرے گا۔ وہی مجھے سنبھالے گا اور میری رُوح کو فردوس میں پہنچائے گا جہاں وہ ابدی آرام میں رہے گی۔

"جس موت کی دھمکی آپ مجھے دیتے ہیں مجھے اِس کی دہشت نہیں مگر جس ابدی آرام کی دعوت آپ مجھے دیتے ہیں وہ میرے لئے ہزار ایسی موتوں سے بدتر ہے۔"

"جلد باز جوان۔ میں تمہیں سوچنے کا آخری موقع دیتا ہوں۔ ذرا ٹھنڈے دل سے سوچو اور اپنے متعصب استادوں کے گمراہ کن مشوروں کو بھول جاؤ۔ زندگی تمہارے سامنے ہے۔ ایسی زندگی جسے تم گوناگوں مسرتوں سے پُرلطف بنا سکتے ہو۔ دولت و عزت، دوست احباب اور تمہارے خاندان کی جائداد اور املاک تمہاری منتظر ہیں۔ اُن سب کو حاصل کرنے کے لئے تمہیں صرف یہ کرنا ہے کہ اِس سنہری پیالے کو ہاتھ میں لو اور اُس کے اندر رندر کی شراب کو اس مذبح پر انڈیل دو۔ یہ تو بالکل آسان کام ہے۔ جلدی کرو اور اپنے آپ کو موت کی جان کنی سے بچالو۔"

اِس آخری پیشکش کے وقت کمرے میں موجود ہر شخص کی نگاہ پولیکیو کے چہرے پر ٹکی ہوئی تھی۔ وہ سب دنگ تھے کہ اِس کمسنی میں بھی وہ اتنی ثابت قدمی کا مظاہرہ کر سکتا ہے۔ وہ خود کسی طرح اِس کا جواز پیش نہ کر سکتے تھے لیکن یہ آخری اپیل بھی رائیگاں ثابت ہوئی۔ پولیکیو نے پیالے پر ایک نگاہ ڈال کر نفی میں سر ہلاتے ہوئے فیصلہ کن لہجے میں کہا "میں اپنے نجات دہندہ کے ساتھ بے وفائی نہیں کر سکتا۔"

ان الفاظ پر کمرے میں لمحہ بھر گہرا سکوت چھا گیا مگر اگلے ہی لمحے

چیف جج کی آواز اِس خاموشی کو چیرتی ہوئی فضا میں اُبھری
"تم نے خود اپنی موت کے فتویٰ پہ مُہر کر دی۔"
اُس نے سپاہیوں کو مخاطب کر کے کہا
"اسے لے جاؤ۔ یہ بدبخت کسی ہمدردی کا حقدار نہیں۔"

تیرھواں باب

پولیو کی موت

دوسرے دن تماشا گاہ کی تمام نشستیں اوپر سے نیچے تک خون کے پیاسے ہجوم سے پُر تھیں۔ آج بھی اُن کے سامنے یکے بعد دیگرے ہولناک مناظر کا سلسلہ پیش کیا جا رہا تھا۔ تماشا گر لڑاکے کبھی ایک کے مقابلے میں ایک جان لڑا کر مرنے مارنے کا منظر پیش کرتے تو کبھی ایک کا سامنا گروہ کے ساتھ ہوتا۔

غرض ہر قسم کا مقابلہ جس کا گمان کیا جا سکتا ہے، دنگل میں پیش کیا گیا اور اُن میں سے جتنے زیادہ خطرناک ہوتے وہی زیادہ قابل داد اور قابل قبول قرار دیئے جاتے۔ لہٰذا آج پھر جانکنی کے کئی خونریز مناظر پیش کئے گئے، اور جس شخص کو اس دن کا سب سے تند ہونے کی صورت میں بہترین کھلاڑی قرار دیا گیا اسے تماشائیوں کی وقتی داد و تحسین حاصل ہوئی۔

انسان نے انسان کا پہلے سے بھی تندی سے مقابلہ کیا یا بھوکے غضبناک شیر سے جان لڑائی۔ پھر وہ لمحہ آیا جب زخم خوردہ تھکان سے چور لڑاکے نے انتہائی یاس سے رحم کے لئے اوپر کی طرف نگاہیں اٹھائیں کہ اُسے اجازت دی جائے کہ مقابلہ بند کر کے دنگل سے چلا جائے۔ مگر تماشائیوں

کی طرف سے وہ اپنے لئے فقط لفظ "موت" سننے پایا۔

اب گویا بھیڑیئے کے منہ کو خون لگ گیا تھا اور وہاں پر موجود رومی جم غفیر کسی بڑے پیمانے پر کشت وخون دیکھنے کا متمنّی معلوم ہوتا تھا۔ برابر کے پلّے کی قوتوں میں مقابلہ اُن کی نظر میں کچھ وقعت نہ رکھتا تھا۔ اُنہیں معلوم تھا کہ مسیحیوں کو ایسے ہی وقت کے لئے رکھا گیا ہے۔ لہٰذا اب سب لوگ بے تابی سے مطالبہ کرنے لگے کہ اُنہیں حاضر کیا جائے۔

لوکلس اِس وقت شہنشاہ کی نشست کے قریب ہی کھڑا تھا، تاہم آج وہ ہشاش بشاش جو فطرتاً اس کی شخصیت کا لازمی جزو تھا یکسر غائب تھا بلکہ اُس کی پیشانی پر سوچ وفکر کی گہری پرچھائیاں چھائی ہوئی تھیں۔

اگر کوئی تماشائیوں کو دیکھنے والا ہوتا تو لوکلس کی پشت پر اُس سے اُوپر کی نشستوں میں ایک زرد رُو چہرہ یقیناً اُس کی توجہ کا مرکز بنتا جو اپنے گرد وپیش کے چہروں میں وجوہات کی بنا پر مختلف اور منفرد نظر آتا تھا۔ ایک تو اس لئے کہ اس کی نگاہ دنگل میں اِس طرح ٹکی تھی گویا اِسی نظارے سے اُس کی زندگی کی اُمید وابستہ ہو۔ دیگر یہ کہ اُس کے چہرے پر لطف اندوز اور محفوظ ہونے کی بجائے فقط فکر وپریشانی کے تاثرات نمایاں تھے۔

اب پھاٹک کے بھاری کواڑ کھلنے کی کرخت گڑگڑاہٹ سنائی دی اور اُس کے ساتھ ہی ایک شیر دنگل میں داخل ہُوا۔ اُس نے اپنا خوفناک سر وحشیانہ انداز میں اُوپر کو اُٹھایا اور دنگل کی دیوار کے ساتھ ساتھ قدم مارتے ہُوئے بے چینی سے اپنی دُم اپنے دونوں پہلوؤں پر اِدھر اُدھر مارنے لگا اور اِس دوران میں اُس کی غضبناک شعلہ بار نگاہیں اِنسانی سروں کے

اُس سمندر کو گھور رہی تھیں جو اُس کی دسترس سے باہر بلندی پر اُسے گھیرے ہوئے تھا۔

جلد ہی تماشائیوں میں ایک دبی سی بڑبڑاہٹ پیدا ہوئی کیونکہ دنگل میں ایک لڑکے کو دھکیل دیا گیا تھا۔ یہ لڑکا تماشا گر لڑکے کے لباس میں ملبوس تھا جو اُسے طنزاً پہنا دیا گیا تھا۔

اِس زرد رُو لڑکے کا نازک بدن تندخو شیر کے قوی جُثے کے مقابلے میں بالکل ناچیز دکھائی دیتا تھا تاہم اپنی کمسنی اور کمزوری کے باوجود اُس کے چہرے سے قطعی خوف و ہراس کا اظہار نہ ہوتا تھا۔ اُس کی پُرسکون نگاہیں خلا میں گھور رہی تھیں۔ وہ اطمینان سے آگے بڑھ کر دنگل کے عین درمیان آکھڑا ہوا جہاں اُس نے سب لوگوں کی نظروں کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑے اور آسمان کی طرف نگاہ اُٹھا کر خدائے برحق سے دُعا کرنے لگا۔

اس اثنا میں شیر حسبِ سابق دنگل کی دیوار کے ساتھ اُس کے اِرد گرد چکر کھا رہا تھا۔ اُس نے لڑکے کو دیکھ لیا تھا مگر نہ جانے کیوں وہ اس کی طرف لپکنے کی بجائے اپنی نگاہیں بلند و بالا دیوار کی طرف اُٹھاتا تھا اور گماہے گاہے نہایت وحشتناک انداز میں گرج رہا تھا۔

وہ پریشان حال آدمی اِس منظر کو ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا۔ یُوں معلوم ہوتا تھا کہ اُس کی رُوح اُس کی نگاہ میں اُتر آئی ہو۔ اُدھر لڑکا بدستور دست بدعا تھا اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ شیر اُس لڑکے پر حملہ کرنا نہیں چاہتا۔ اِس دوران میں تماشائی بے صبری سے آپے سے باہر ہو رہے تھے۔ ہر طرف سے طرح طرح کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ اس ساری ہاؤ ہو اور

شور و غوغے کا واحد مقصد شیر کو تلملانا اور غصے میں لانا تھا تاکہ وہ لڑکے پر حملہ کر دے۔

لیکن عین اُس وقت اِس تمام کہرام کے درمیان ایک گرج دار اور غمناک آواز فضا میں بلند ہوئی اور ذیل کے الفاظ سُنائی دیئے۔

"اے قدوس و برحق! تو کب تک انصاف نہ کرے گا اور زمین کے رہنے والوں سے ہمارے خون کا بدلہ نہ لے گا؟"

ہر طرف گہرا سکوت چھا گیا اور تماشائی حیرت سے ایک دوسرے پر نگاہ ڈال کر رہ گئے کیونکہ جلد ہی پھر اُسی آواز نے مُہرِ سکوت توڑ دی۔ اِس وقت ہر لفظ بڑی صفائی سے سُنائی دے رہا تھا۔

"دیکھو وہ بادلوں کے ساتھ آنے والا ہے۔

اور ہر آنکھ اُسے دیکھے گی

اور جنہوں نے اُسے چھیدا تھا وہ بھی دیکھیں گے۔

اور زمین پر کے سب قبیلے اُس کے سبب سے چھاتی پیٹیں گے۔

بے شک آمین!"

"اے قدوس! جو ہے اور جو تھا تو عادل ہے کہ تو نے یہ انصاف کیا۔ کیونکہ اُنہوں نے مُقدّسوں اور نبیوں کا خون بہایا تھا اور تو نے اُنہیں خون پلایا۔ وہ اِسی لائق ہیں۔

اے خداوند خدا قادرِ مطلق!

بے شک تیرے فیصلے درست اور راست ہیں۔"

اب ہر طرف سے چیخ و پکار کی آوازیں آنے لگیں۔ جلد ہی اِس ہنگامے کا سبب معلوم ہو گیا۔ ایک طرف سے آواز آئی

"یہ کوئی لعنتی مسیحی ہے۔ ہاں یہ وہ دیوانا چینا ہے۔"
"اُسے چار دن سے بغیر خوراک کے قید میں رکھا گیا ہے۔" کسی دوسرے نے وضاحت کی۔
"اُسے باہر لاکر شیر کے حوالے کر دو۔"
اسی قسم کی آوازوں نے آسمان سر پر اُٹھا لیا۔ شیر اس شور و غوغے سے بے طرح تلملا اُٹھا۔ محافظوں نے ہجوم کا مطالبہ سُن لیا تھا اور وہ فوراً اُسے پُورا کرنے کو بھاگے۔
ایک مرتبہ پھر دنگل کا دروازہ کھُلنے کی آواز آئی اور شیر کے لئے نئے شکار کو اندر دھکیل دیا گیا جو اپنی پیلی رنگت، ضعیفی اور انتہائی نقاہت کی وجہ سے انسان نہیں بلکہ انسانی ڈھانچہ معلوم ہوتا تھا۔ اُس کے بال عرصہ سے کنگھی نہ کئے جانے کی وجہ سے جٹاؤں بن چکے تھے، تاہم اُس کی آنکھیں ایک غیر قدرتی چمک سے دمک رہی تھیں۔ وہ لڑکھڑاتے قدموں سے دنگل کے درمیان آ کھڑا ہُوا۔ شیر نے اُسے دیکھا اور اُس کی طرف لپکا اور اُس سے کچھ فاصلے پر جست لگانے کی تیاری میں وہ گھات میں لگانے کے انداز میں اکڑوں بیٹھ گیا۔ مگر چینا نے اُسے بالکل نہ دیکھا کیونکہ اُس کی نگاہ شیر کی بجائے تماشائیوں پر ٹکی تھی۔ دنگل میں موجود لڑکا جو اب تک دوزانو بیٹھا تھا اُٹھا، عین اُس وقت چینا نے تماشائیوں کی طرف دیکھ کر اپنا بازو اُوپر اٹھا کر فضا میں لہرایا اور بطور سابق ہولناک آواز میں پکار کر بولا "افسوس! افسوس! زمین پر کے سب رہنے والوں پر....."

چینا کی آواز خاک و خون کے طوفان میں ڈوب کر رہ گئی کیونکہ شیر نے جست لگاکر آنِ واحد میں اُس کا کام تمام کر دیا تھا۔
اب اُسکی خون کی پیاس پوری طرح بیدار ہو چکی تھی۔ دوسرے ہی لمحے وہ اپنی تمام تر وحشت کے ساتھ لڑکے کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ لڑکا اپنا خاتمہ قریب جان کر دوبارہ گھٹنوں کے بل ہو کر بدست دعا ہوا۔ سب پر موت کا سکوت چھا گیا۔ وہ دم بخود ہو کر کشت و خون کے اِس نئے منظر کے لئے ہمہ تن دید بن گئے۔ اب وہ شخص جو تماشائیوں میں ٹکٹکی لگائے بیٹھا تھا سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اُس کی نگاہیں بدستور لڑکے پر گڑی تھیں۔ اُس کی پشت پر سے آوازیں آنے لگیں

"ارے بھائی کیا کر رہے ہو، نیچے بیٹھو۔"

"سُنا نہیں تم نے۔ نیچے بیٹھو۔ ہمیں کچھ نظر نہیں آتا۔"

لیکن وہ شخص سُنی اَن سُنی کر گیا، یا ہو سکتا ہے اُس نے اپنی محویت کے عالم میں کچھ سُنا ہی نہ ہو۔ لیکن اُس کو بٹھانے کا مطالبہ کرنے والی آوازیں ختم نہ ہوئیں۔ شور و غل بڑھتا چلا گیا اور اتنا زور پکڑ گیا کہ نیچے کھڑے ہوئے افسر ہنگامے کا سبب دریافت کرنے کے لئے سر پھیر کر دیکھنے پر مجبور ہو گئے۔ لوکلس بھی اُن افسروں میں موجود تھا۔ اُس نے ایک نظر ڈالی اور چونک اُٹھا۔ اُس کا رنگ فق ہو گیا۔

"مارسلس" وہ بڑبڑایا اور لڑکھڑا کر پیچھے کو ہٹا۔ مگر اگلے ہی لمحے وہ اپنے آپ پر قابو پا کر جائے وقوع کی طرف لپکا۔ لیکن عین اُس وقت ہجوم کی طرف سے بڑبڑاہٹ کی آواز بر آمد ہوئی۔ شیر بدست

دعا لڑکے کے اردگرد چکر لگاتے ہوئے زیادہ غضبناک ہوتا جاتا تھا۔ اب وہ اُس پر حسبت لگانے کی غرض سے گھات لگانے کے انداز میں اُس کے سامنے بیٹھ گیا۔

لڑکا اُٹھ کھڑا ہوا۔ اُس کے چہرے پر فرشتوں کا سا تاثر تھا اور اُس کی آنکھیں اعلےٰ وارفع جذبے کے تحت ستاروں کی طرح دمک رہی تھیں۔ وہ اس دنگل یا اُس کی بلند دیواروں یا قطار در قطار نشستوں پر خون کے پیاسے تماشائیوں کو یا دنگل میں خونخوار شیر کو نہیں دیکھ رہا تھا، بلکہ اُس کی رُوح آسمانی منزل کے سُنہری پھاٹکوں میں گویا پہلے ہی داخل ہو چکی تھی جہاں اُس کی نظر اُس کی تجلیوں سے ہمکنار تھی۔

تب وہ یکایک پکار اُٹھا

"امی جان! میں آرہا ہوں۔ خداوند یسوع! میری رُوح کو قبول کر۔"

مذکورہ بالا الفاظ ہجوم نے صفائی سے سُنے۔

عین اُس وقت گھات میں بیٹھے ہوئے شیر نے حسبت لگائی اور اگلے ہی لمحے لڑکے کا جسم گرد و غبار کے بادلوں میں حرکت کرتا نظر آیا۔ جونہی جسم ساکن ہوا شیر پیچھے ہٹ گیا۔ ریت شہید کے لہو سے لال ہو گئی تھی اور بلند کردار اور پاکباز یسوع کی نچی کھچی لاش ٹکڑوں میں بٹی پڑی تھی۔

تماشا گاہ پر گہری خاموشی چھا گئی تھی۔ اِس گہرے سکوت میں ایک آواز فضا میں ڈنکے پر چوٹ کی طرح اُبھری اور ہجوم سکتے میں آگیا۔ الفاظ تھے:

"اے موت! تیرا ڈنک کہاں رہا؟ اب موت تیری فتح کہاں رہی۔

خُدا کا شکر ہے جو ہمارے خداوند یسوع مسیح کے وسیلہ سے ہم کو فتح بخشتا ہے۔"
اِن الفاظ کا سُننا تھا کہ ہزار ہا آدمی غصّے سے بھڑک کر اُٹھ بیٹھے اور
دس ہزار ہاتھ اِس گستاخ کی طرف لپکے۔
"مسیحی! مسیحی! جانے نہ پائے۔"
"اُس کو آگ کی نذر کر دو۔"
"نہیں شیر کے حوالے کرو۔"
"نیچے دنگل میں پھینک دو۔"
غرض تماشا گاہ میں کہرام مچ گیا۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ اس بلوے
کا باعث یہ مسیحی، مارسلّس کے علاوہ کوئی اور نہ تھا۔ تماشائیوں کی
آنکھوں میں خون اُتر آیا تھا۔ اور یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ دنگل میں دندناتا
شیر اُتنا خونخوار نظر نہ آتا تھا جتنا یہ ہجوم۔ اگر لوکلس بروقت موقع پر
پہنچ کر اُسے اپنے ہاتھ میں نہ لے لیتا تو وہ اُس کی تکا بوٹی کر دیتے۔
اُس نے اُنہیں دائیں بائیں دھکیل کر پیچھے ہٹایا اور مارسلّس کو اُن
کے چنگل سے باہر لے آیا۔ تب تک سپاہیوں کا دستہ اسکی مدد کو پہنچ چکا تھا۔ اُس نے
مارسلّس کو اُنکے سپرد کیا اور وہ سب اسکی راہبری میں تماشا گاہ سے باہر نکل آئے۔ تماشا گاہ
سے باہر آکر اُس نے دوبارہ مارسلّس کو اپنی حفاظت میں لے لیا اور سپاہی
اُس سے چند قدم کے فاصلے پر قدم مارنے لگے۔
وہ بولا "مارسلّس تم کیوں ہاتھ دھو کر اپنی زندگی کے پیچھے پڑے ہوئے ہو؟"
"میں مانتا ہوں مجھ سے بھول ہوئی۔ مگر وہ معصوم جسے میں عزیز
رکھتا تھا میری آنکھوں کے سامنے دم توڑ رہا تھا۔ میں اپنے اُوپر قابو
نہ رکھ سکا۔ لیکن اب مجھے افسوس نہیں۔ میں بھی اپنے بادشاہ اور خداوند

کے لئے جان دینے کو تیار ہوں۔"

"تم بالکل گئے گذرے ہو۔ تم سے بحث بیکار ہے۔"

"سچ جانو میں اپنا راز فاش نہیں کرنا چاہتا تھا مگر جو ہوا سو ہوا۔ مجھے اب کچھ افسوس نہیں بلکہ میں خوش ہوں کہ مجھے اپنے منجی کی خاطر دکھ اٹھانے کی سعادت ملی ہے۔"

"آہ! میرے دوست کیا تمہارے نزدیک زندگی کی کوئی وقعت نہیں؟"

"مجھے اپنا منجی زندگی سے زیادہ عزیز ہے۔"

"پاگل نہ بنو۔ ہمارے سامنے اتفاق سے سڑک خالی ہے۔ تم جلدی کرو اور بظاہر ہاتھ چھڑا کر بھاگ جاؤ اور اپنی جان بچالو۔" لوکلس تیزی سے دبی زبان میں بول رہا تھا کیونکہ سپاہی اُن سے بیس قدم کے فاصلے پر چلے آرہے تھے۔ فرار کی صورت نکل سکتی تھی لیکن مارسلس نے اپنے دوست کا ہاتھ دباتے ہوئے کہا

"میں تمہاری عزت کو زک پہنچا کر زندگی حاصل کرنا نہیں چاہتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ ہماری دوستی تمہارے لئے مشکلات کا باعث بن جائے۔ لیکن اتنا جانتا ہوں کہ فرار کا مشورہ دینے والا دل جو تمہارے سینے میں دھڑکتا ہے بڑا مہربان ہے اور یقین مانو میں اُسکو دل سے چاہتا ہوں۔"

اس پر لوکلس آہ بھر کر خاموشی سے اُس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔

چودھواں باب

آزمائش

اُس رات لوکلس قید خانے کی کوٹھڑی میں اپنے دوست کے ساتھ ہی بیٹھا رہا۔ اُس کا خیال تھا کہ بحث و تمحیص اور خلوص و محبت کا حربہ استعمال کر کے وہ اُسے مصلحت کی راہ اختیار کرنے پر مجبور کر لے گا تاکہ وہ اپنی جان بچا لے۔ وہ سر توڑ کوشش کرتے ہوئے نہایت پُر خلوص لہجے میں کہہ رہا تھا "مارسلس، میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ تم اپنے مذہب سے ہمیشہ کے لئے منہ موڑ لو۔ میں تو صرف یہی کہہ رہا ہوں کہ فی الحال تم مصلحت کی خاطر اسے بالائے طاق رکھ دو۔ قیصر کا قہر اس وقت مسیحیوں کے خلاف انتہا کو پہنچا ہوا ہے اور اُس کے غضب کی آگ اس فرقے کے ہر چھوٹے بڑے، پیر و جواں، مرد و عورت کو بھسم کر رہی ہے۔ تم نے تو خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ اِس معاملے میں کسی امیر یا غریب، بچے یا بوڑھے کا خیال نہیں کیا جاتا۔ بے چارے چینیا کا سودائی پن اور پولیو کی کمسنی بھی آڑے نہ آ سکی حالانکہ عام حالات میں دونوں کی گرفتاری جائز نہ تھی۔ لہٰذا میری تم سے یہ التجا ہے کہ تم وقتی طور پر مسیحی مذہب سے کنارہ کشی اختیار کر لو۔ حالات کا رُخ بدلنے پر

جو مرضی ہو کر لینا۔ کاش پولیو اس مصلحت کو سمجھ لیتا تو اُس کی جان بھی بآسانی بچ سکتی تھی۔ اُس کے لئے تو سب کے دلوں میں سوائے ہمدردی کے جذبات کے اور کچھ نہ تھا۔ اوّل تو اُس کی کمسنی کے باعث اُس کو اُس کے اقدامات کا ذمّہ دار ٹھہرایا نہ جا سکتا تھا۔ دوم اُس کے عالی مرتبت خاندان کے لئے لوگوں کے دلوں میں بے حد عزّت و عقیدت تھی لیکن یہ سب اُمور بھی مسیحیوں کے خلاف کڑے قوانین میں کوئی لچک پیدا نہ کر سکے۔"

"میں یہ سب کچھ بخوبی جانتا ہوں اور یہ بھی کہ مسیحیوں پر قطعی رحم نہیں کیا جائے گا۔ تاریکی کا سردار خداوند کی کلیسیاء کے خلاف اُٹھ کھڑا ہوا ہے۔ مگر یاد رہے کہ دوزخ کے دروازے کبھی کلیسیا پر غالب نہیں آ سکتے کیونکہ اُس کی بنیاد چٹان پر ہے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے اپنے بلند کردار مسیحی ساتھیوں کو اذیت اُٹھاتے دیکھا ہے۔ میں جانتا ہوں عدل کی آنکھیں اُن کے حق میں اندھی ہو چکی ہیں۔ لیکن میرے عزیز! جب سے میں نے مسیح خداوند کو اپنا ذاتی نجات دہندہ قبول کیا ہے، اُسی وقت سے میں اُس کے نتائج بھگتنے کو تیار ہوں۔"

"مارسلس، جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں میں تم سے مذہب کو ترک کرنے کا مطالبہ نہیں کرتا۔ اگر اسے ترک کرنا محال ہے تو نہ کرو۔ مگر حالات کی وجہ سے، مصلحت کی خاطر اپنے رویے میں کسی قدر لچک پیدا کر دو۔ ٹھاٹھیں مارتے ہوئے طوفان کے سامنے سر کو جھکا دو۔ طوفان کے گذر جانے کے بعد تم پھر سر سیدھا کر کے کھڑے ہو سکتے ہو۔ کسی سرپھرے متعصّبی جیسا طرزِ فکر ترک کر کے دانا انسان

کی طرح اس مسئلے پر غور کرو۔"

"تو تم کیا چاہتے ہو کہ میں کروں؟"

"میں یہ کہہ رہا ہوں کہ چند سالوں میں حالات یقیناً بدل جائیں گے۔ مسیحیوں کے خلاف ایذا رسانی کا یہ دور یا تو اپنی موت آپ مر جائے گا یا شہنشاہ کی موت پر ہنڈیا کے ابال کی طرح بیٹھ جائے گا۔ مجھے پوری پوری امید ہے کہ آئندہ آنے والے حکام مسیحیوں کے حق میں اس پالیسی پر کاربند نہ رہیں گے۔ تب مسیحی لوگ روپوش ہونے کی ضرورت محسوس نہ کریں گے اور اپنی اپنی پناہ گاہوں سے نکل کر واپس شہر میں آکر ہم لوگوں کے ساتھ بود و باش کریں گے۔ وہ دوبارہ اپنی املاک پر قابض ہو کر عزت و آبرو کی زندگی بسر کریں گے اور بطور سابق باوقار اور صاحب اختیار افراد ہوں گے۔ اس وقت تم بصد شوق مسیحی ہونے کا اعلان کر سکتے ہو۔ فی الحال نہیں۔ لہٰذا ان امور کو مدنظر رکھتے ہوئے تمہیں اس وقت یونہی جان گنوانے کی ضرورت نہیں جب کہ تم اس جان سے اپنے ملک کی خدمت کر سکتے ہو اور خوش باش زندگی بھی بسر کر سکتے ہو۔

"عزیزم! میرا مشورہ مانو اور ظاہرداری کے لئے دوبارہ مکونت کے مذہب کو گلے لگا لو۔ تھوڑے عرصے ہی کی تو بات ہے۔ بعد ازاں جب موجودہ خطرہ ٹل جائے گا تم پھر سے مسیحیت اختیار کر سکتے ہو۔"

"میرے عزیز یہ ناممکن ہے! مجھ سے تمہارے مشورے کے مطابق مذہب کو لباس کی طرح پہنا یا اتارا نہ جائے گا۔ سچ کہوں تو میری

رُوح ایسے خیال ہی سے کانپ اُٹھتی ہے۔ خدا نہ کرے میں اس طرح کی دُہری ریاکاری کا مرتکب ہوں۔ اُس صورت میں نہ میں خدا کا وفادار ہونگا اور نہ حکومت کا۔

"آہ! اگر تم جانتے کہ میرے اندر کونسی تبدیلی رُونما ہو چکی ہے تو یہ مشورہ نہ دیتے۔ کیونکہ میری دانست میں اس پر عمل کرنے سے میری رُوح گناہ آلودہ ہو جائے گی اور وہ دُنیا اور خدا دونوں ہی کی مجرم اور گنہگار ٹھہرے گی۔ میں معذرت چاہتا ہوں مگر یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ میں موت کو خواہ وہ کتنی ہی اذیت ناک کیوں نہ ہو قبول کر سکتا ہوں مگر ریاکاری سے کام نہیں لے سکتا۔"

مارسٹس، تم اپنے نظریات میں انتہا پسند ہو کہ مجھے یہ احساس ہونے لگا ہے کہ میں تمہیں بچانے میں کامیاب نہ ہو سکوں گا۔ کاش تم اس مسئلے پر جذبات سے نہیں عقل سے غور کر سکو۔ میں پھر کہتا ہوں کہ وقتی طور پر اس روش سے کنارہ کشی اختیار کرنا غلط کاری نہیں حکمت عملی ہے۔ ریاکاری نہیں دانشوری ہے۔"

"خدا نہ کرے کہ میں اُس کے خلاف گناہ کا ارتکاب کروں۔"

"ذرا ٹھنڈے دل سے سوچو۔ میرا خیال ہے میرے مشورے پر عمل کرنا نہ صرف تمہارے لئے بلکہ دیگر سب مسیحیوں کے لئے بھی مفید ہوگا کیونکہ اس صورت میں تم مسیحیوں کی جنہیں تم دل سے چاہتے ہو زیادہ مدد کر سکو گے۔ تم بخوبی جانتے ہو کہ تمہارا فرقہ اس رُوپوشی کے دَور میں اُن لوگوں کا مرہونِ منّت ہے جو حکومت کا مذہب رکھتے ہیں مگر در پردہ مسیحیت کو پسند کرتے ہیں۔ کیا تم ان لوگوں کو زیاں کار اور ریاکار قرار دیتے ہو؟ کیا وہ درحقیقت

تم لوگوں کے معاون، محسن یا دستگیر دست نہیں ؟"

لیکن اِن لوگوں اور مجھ میں بہت فرق ہے ۔ وہ مسیحی ایمان و اعتقاد کی اُمید سے اُس طور پر آشنا نہیں جیسے میں ہوں ۔ نہ وہ نئی پیدائش کے تجربے سے واقف ہیں جو انسان کو ایسی الٰہی فطرت عطا کرتی ہے جو اُسے ہر وقت نیکی کی ترغیب دیتی ہے اور نہ پاک رُوح کی قائم رہنے والی حضوری کو جانتے ہیں ۔ اس کے علاوہ وہ زندہ خدا کے بیٹے کے ساتھ رفاقت سے قطعی لاعلم اور محروم ہیں ۔ اِس کے باوجود اگر وہ مصیبت زدہ مسیحیوں کے ساتھ ہمدردی رکھتے اور اُن کی مدد کرتے ہیں تو ان کے لئے یہ کارِ خیر ہے ۔ لیکن وہ مسیحی جو اپنے ایمان کو ترک کر کے اپنے فدیہ دینے والے کا انکار کرتا ہے ، تم ہی کہو کہ اُس کی غدارانہ فطرت کو یہ توفیق کیوں کر ہو سکتی ہے کہ وہ ترکِ تعلق کے بعد اُن بھائیوں کی مدد کرے جن کو فراموش کرنے کا فیصلہ وہ کر چکا ہے ۔"

" اگر یہ ناقابلِ قبول ہے تو پھر میرے پاس ایک ہی تجویز باقی رہ گئی ہے اور یہ میری آخری اُمید ہے ۔ میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ یہ ضرور کامیاب رہے گی مگر کوشش کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں ۔ کاش میں تمہاری رضامندی حاصل کر سکوں ۔"

" مارسلس تم اب تک بنیادی طور پر ایک ذمہ دار سپاہی تھے اور اپنے تمام فرائض کو بطرزِ احسن سرانجام دیتے تھے ۔ مذہبی رسوم میں تم حصّہ نہیں لیتے تھے ۔ مندروں میں شاذ و نادر ہی تم جاتے تھے ۔ تم اپنا زیادہ تر وقت کیمپ میں بسر کرتے تھے اور تمہاری عبادات سب تنہائی

ہی کی جا سکتی تھیں۔ تم ہمارے پیروہتوں کی بجائے فلاسفروں کی کتب سے اپنے لئے ہدایت حاصل کرتے تھے۔ میری درخواست یہ ہے کہ تم بالکل پہلے والے مارسلس کی صورت میں دوبارہ اپنی ملازمت سنبھال لو۔ تمہیں اپنے مذہب کو ترک کرنے کی ضرورت نہیں اور نہ دیوتاؤں کے سامنے قربانی گذرانے کی حاجت۔ غرض تمہیں عملاً کوئی ایسا قدم اٹھانا نہیں پڑے گا جو تمہارے اعتقاد کے منافی ہو۔ فقط ماضی کے اس اقدام کو قبول جاؤ اور زبان پر دل ہی دل میں وہی رہو جو ہو گئے۔ مذہبی عقائد کے معاملے میں مصلحتاً فی الحال خاموش رہو۔ اجلاس اور تقریبات میں میرے ساتھ ساتھ رہو اور خوشگوار گفت و شنید میں حصّہ لو۔ اپنے پہلے والے مشاغل کو اپناؤ۔ ایسا کرنے میں تمہیں کوئی ناگواری محسوس نہ ہوگی۔ حکام تمہاری غیر حاضری اور غلط کاری کو نظر انداز کر دیں گے اور اگر بالفرض محال وہ ایسا کرنے پر رضامند نہ ہوں تو زیادہ سے زیادہ یہی ہو گا کہ تمہیں اس عہدے سے برطرف کر کے تمہارے پہلے عہدے پر فائز کر دیا جائے گا اور تم پھر سے فوج کے کپتان بن جاؤ گے اور حالات پھر معمول پر آجائیں گے۔ صرف تمہیں یہ احتیاط برتنی ہوگی کہ اپنے مذہبی عقائد کے متعلق عقل سے کام لے کر خاموش رہو۔ اگر تم روم میں رہو گے تو لوگ یہ کہیں گے کہ تمہاری تبدیلی مذہب کے متعلق کسی نے بے پر کی اڑائی ہو گی اور اگر بیرون ملک بھیج دیئے گئے تو بھی صاف بچ جاؤ گے۔"

"میرے پیارے دوست، تم اپنے جوش میں بعض نہایت اہم امور کو نظر انداز کر رہے ہو۔ میرا خیال ہے کہ اگر میں تمہارا مشورہ مان بھی لوں

تو بھی یہ بیل منڈھے نہ چڑھ سکے گی۔ تم جانتے ہو کہ میرے متعلق اعلانات ہو چکے ہیں اور میری گرفتاری کے لئے انعام بھی مقرر کیا گیا ہے اور سب سے بڑھ کر میری وہ غلطی ہے جو تماشا گاہ میں شہنشاہ کی موجودگی میں مجھ سے سرزد ہوئی۔ ان حالات میں میرے معاف کر دیئے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن اگر ایسا ممکن ہوتا تو بھی میں معذرت کے ساتھ یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ میں تمہارے مشورے کو قابل قبول نہیں سمجھتا۔

جس راستے پر مجھے چلنا ہے میں اُس کا انتخاب کر چکا ہوں۔ میں آندھی ہو یا طوفان اسی راہ پر چلتا رہوں گا۔ جو کچھ مجھے درپیش ہے میں اُس سے بخوبی واقف ہوں اور اپنے اقدام کے نتائج کا بھی پورا پورا علم رکھتا ہوں، تاہم ہر حال میں اسی روش پر قائم رہوں گا۔ کوئی دوزخی شخصیت میرے منجی کی عبادت اور پیروی کرنے کے لائق نہیں۔ لازم ہے کہ اُس کے پیروکار دوسروں کے سامنے علانیہ اُس کا اقرار کریں کیونکہ اُس نے خود فرمایا ہے کہ "جو کوئی آدمیوں کے سامنے میرا اقرار کرے گا میں بھی اپنے باپ کے سامنے جو آسمان پر ہے اس کا اقرار کروں گا۔

"میرے نزدیک اپنی ظاہرداری سے اُس کا انکار کرنا اُتنا ہی سنگین ہے جتنا منہ سے انکار۔ میں ایسا نہیں کر سکتا۔ اُس نے مجھ سے پہلے محبت کی ہے اور اب میں بھی اُس سے محبت کرتا ہوں۔ آدمیوں کے سامنے اُس کا علانیہ اقرار کرنا میری سب سے بڑی مسرت ہے اور اُس کی خاطر موت کو تسلیم کرنا سب سے بڑی سعادت۔ میرے خداوند

نے شہیدوں کے لئے ایک خاص انعام رکھا ہے۔ ایک بیش بہا تاج میرا ایمان ہے کہ یہ جلیل القدر اعزاز مجھے عطا کیا جائے گا۔

لوکلس جان گیا کہ اس سلسلے میں مزید بحث بے سود ثابت ہوگی، لہٰذا وہ اس موضوع پر خاموش ہوگیا۔ مارسلس اپنے دوست کی محبت اور اپنے بچاؤ کے لئے اُس کی پُرخلوص کوشش سے بہت متاثر ہوا تھا۔ تھوڑی دیر اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے کے بعد جلد ہی اُس نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ اپنا اظہارِ تشکر اس طرح کر سکتا ہے کہ اُسے اُس بیش بہا خزانے یعنی خدا کی بادشاہت سے متعارف کرائے۔ لوکلس دوستی کی خاطر صبر سے اُس کی سنتا رہا تاہم مارسلس کے بعض الفاظ اُس کے ذہن نشین ہو گئے۔

اگلے ہی دن مارسلس پر مقدمہ چلایا گیا۔ ساری کاروائی نہایت ہی مختصر اور فقط قانون کو پورا کرنے کی غرض سے کی گئی تھی۔ اُس کا عزم اور ارادہ چٹان کی طرح مضبوط اور غیر متزلزل رہا۔ اُس نے اپنے حق میں سزائے موت کے حکم کو بے چون وچرا کمال اطمینان کے ساتھ سُنا۔ اُسے بتا دیا گیا کہ اُس کی موت نہ کسی تماشا گر کے ہاتھوں ہوگی نہ جنگلی درندوں کے چنگل سے بلکہ سب سے زیادہ اذیت ناک ذریعے یعنی آگ سے واقع ہوگی اور اس کے لئے اُسی دن کی سہ پہر کا وقت مقرر کیا گیا تھا۔

کافروں کو جلانے کے لئے ایک نوکدار کھمبے گول تماشا گاہ کے عین درمیان نصب کیا گیا تھا۔ جس کے اردگرد چھوٹی چھوٹی سوکھی لکڑیوں کا ڈھیر خوب اُونچائی تک چلا گیا تھا۔ مقررہ وقت پر مارسلس ظالم محافظوں

کی نگرانی میں) دنگل میں داخل ہُوا۔ وہ اُسے مُکّے مارتے اور ٹھُڈّوں میں اڑاتے جا رہے تھے۔ اُس نے تماشائیوں کے بڑے ہجوم پر نظر ڈالی جس میں مرد، عورتیں سب ہی شامل تھے۔ مگر سب کے سب چہرے اُسے سخت گیر دکھائی دیئے۔ پھر اُس نے اپنے گردوپیش دنگل پر نظر دوڑائی اور اُسے خیال آیا میں اُسی جگہ کھڑا ہوں جہاں مجھ سے پیشتر ہزار ہا مسیحی جامِ شہادت نوش کر کے شہیدوں کے لشکر کی صف میں شامل ہو چکے ہیں، جہاں وہ برّے کے تخت کے گرد کھڑے ہمیشہ عبادت کرتے رہیں گے۔ پھر اُسے اُن بچوں کا خیال آیا جن کی موت کے ہولناک منظر کو اُس نے دیکھا تھا اور اُسے اُس وقت بھی اُن کا وہ شیریں اور دلنشیں نغمہ یاد آ آیا۔

"جو ہم سے محبت رکھتا ہے۔ اور جس نے اپنے خون کے وسیلہ سے ہم کو گناہوں سے مخلصی بخشی۔ اُس کا جلال اور سلطنت ابدالآباد رہے۔ آمین!"

یکایک محافظوں کی گرفت نے اُس کے خیالات کا سلسلہ منقطع کر دیا۔ وُہ اُسے بے دردی سے پکڑ کر بلّی کے پاس لے گئے، جہاں انہوں نے اُسے اُس کے ساتھ مضبوط زنجیروں کے ساتھ باندھ دیا تاکہ وہ کسی طرح فرار نہ ہو سکے۔ مارسلّس زیرِ لب بولا

"اب میری جہان سے جدائی کا وقت آن پہنچا۔ اب میں قربان کئے جانے کے لئے بالکل تیار ہوں۔"

پھر لکڑیوں کو آنچ لگا دی گئی۔ شعلے اُوپر اُٹھنے لگے تو دھوئیں کی چادر نے تھوڑی دیر کے لئے مارسلّس کو تماشائیوں کی نظروں سے

اوجھل کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد اُنہوں نے دیکھا کہ وہ آگ کے الاؤ میں آسمان کی طرف نگاہ اُٹھائے ہاتھ جوڑے کھڑا ہے۔ اب اُس کے گرداگرد کی لکڑیوں کو بھسم کرنے والے شعلے تیز سے تیز تر ہوتے جاتے تھے۔ آگ قریب تر ہوتی گئی۔

ایک دفعہ پھر دھوئیں کی سیاہ چادر نے اُسے ڈھانپ لیا۔ جب دھوآں کم ہوا تو تماشائیوں نے دیکھا کہ وہ شعلوں کی پھٹتی اور لپکتی ہوئی زبانوں کے درمیان اطمینان سے کھڑا ہے۔ کیوں نہ ہو اُس نے ایمان کے ہاتھوں سے اپنے منجی یسوع کا دامن تھام رکھا تھا اور حالانکہ تماشائی اُسے دیکھ نہ سکتے تھے تاہم مارسلس کا نجات دہندہ یقیناً وہاں موجود تھا اور اُس کا ابدی بازو اپنے وفادار پیروکار کو تھامے ہوئے تھا۔ اُس کا پاک رُوح اُس کی طاقت و تقویت کا سرچشمہ تھا۔

اب آگ کے شعلے اُسے ہر طرف سے چاٹتے ہوئے دکھائی دیئے۔ جان اُس کے بدن میں پہلے کی نسبت زیادہ تیزی سے حرکت کر رہی تھی۔ پھر وہ اُس کے جسم میں یکایک کانپ اُٹھی اور اُس کی رُوح فردوس میں ابدی آرام کے لئے پہنچ گئی۔

اُس کے بدن میں تناؤ پیدا ہو گیا۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے درد کی ٹیس اُس کی برداشت سے باہر ہو لیکن فوراً اُس نے اِس کیفیت پر قابو پا لیا۔ اُس نے اپنے بازو اُوپر اُٹھا کر انہیں لمحہ بھر کے لئے آہستہ آہستہ فضا میں ہلایا اور با آوازِ بلند پکارا

"فتح!"

اِس فاتحانہ للکار کے ساتھ ہی وُہ مُنہ کے بَل لپکتے شعلوں میں گِر پڑا۔ مگر اُس کی رُوح قفسِ عنصری سے پرواز کر کے مسیح خداوند کے حضور جا پہنچی جہاں زندگی کا تاج اس کا منتظر تھا۔

پندرھواں باب

لوکلس

ایک تماشائی جسمانی اذیت کے اِس منظر کو انتہائی انہماک سے دیکھ رہا تھا۔ اُس کی آنکھیں پل بھر کے لئے بھی مارسلس کے چہرے سے اِدھر اُدھر نہ ہوئی تھیں۔ اِس دوران اُس کے چہرے سے شدید غم اور ذہنی کرب کے آثار بخوبی نمایاں تھے۔ اُس کی آنکھوں نے ہر اُس حرکت کا جائزہ لیا تھا جو مارسلس سے سرزد ہوئی اور ہر تاثر کو پڑھا تھا جو اِس اثنا میں مارسلس کے چہرے پر ظاہر ہُوا۔ اُس نے ہر اُس لفظ کو سُنا تھا جو اذیت اُٹھاتے ہُوئے شہید کے لبوں سے نکلا تھا۔

تماشا گاہ ویران و سنسان پڑی تھی۔ تماشائی کب کے رخصت ہو چکے تھے۔ تماشا گاہ کی قطار در قطار، اوپر کو اُٹھتی ہوئی سلسلہ وار نشستوں میں وہ واحد شخص تنِ تنہا بیٹھا تھا۔ وہ غم سے نڈھال اور پریشان حال تھا۔

آخر کار خاصی دیر بعد وہ اپنی جگہ سے اُٹھا اُس نے ڈنگل کے دروازے کی طرف قدم بڑھائے۔ اب اُس کی چال کا باوقار انداز اور چستی یکسر غائب ہو چکی تھی۔ اُس کی غمزدہ نگاہیں خلا میں گھور رہی تھیں

اور یہ سب امور یہ تاثر دے رہے تھے کہ گویا اُس پر اچانک کسی شدید بیماری نے حملہ کر دیا ہو۔ وہاں پہنچ کر اُس کا اشارہ پاتے ہی ملازموں نے دروازہ کھول دیا۔ تب وہ شخص بولا

"مجھے ایک خاکدان لا دو"

یہ کہہ کر وہ خود بجھتی ہوئی آگ کے انگاروں کو بغور دیکھنے لگا۔ جن میں اُسے چند جھلسی ہوئی ہڈیاں اور انسانی جسم کے وہ حصے جو خاکستر ہو چکے تھے نظر آئے۔ تب ملازم خاکدان لے آیا اور اُس نے خاموشی سے اُسے اپنے ہاتھ میں لے لیا اور پھر چند جھلسی ہوئی ہڈیاں اور کچھ خاک بڑی احتیاط سے اٹھا کر خاکدان میں ڈال لی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کیا میرے دوست مارسلس کے وجیہہ جسم کی یہی یادگار باقی رہ گئی ہے؟

جب وہ دنگل سے باہر جانے لگا تو ایک سفید ریش بزرگ اُس کے پاس آ کھڑا ہوا۔ لوکلس کے قدم خود بخود رک گئے۔ وہ نہایت دھیمی آواز اور حیرت کے لہجے میں بولا

"میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"میں مسیحیوں کا ایلڈر سنوریس ہوں۔ آج یہاں میرے ایک نہایت ہی عزیز دوست کو جلا دیا گیا ہے۔ میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ اگر ممکن ہو تو اُس کی خاک کو دفن کرنے کے لئے لے جا سکوں۔"

"محترم، یہ تو اچھا ہوا کہ آپ نے مجھ ہی کو مخاطب کیا ہے، ورنہ اگر آپ کسی دوسرے کے سامنے اپنا نام لیتے تو وہ ایک دم آپ کو گرفتار کر لیتا۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کی گرفتاری کے لئے بھی انعام مقرر

کر دیا گیا ہے ؟ اور ہاں، مجھے افسوس ہے کہ آپ کی درخواست قابلِ قبول نہیں۔ در اصل میں خود اِس خاک کو بڑی عقیدت اور پورے اعزازات کے ساتھ اپنے خاندانی مقبرے میں دفن کرنا چاہتا ہوں کیونکہ وہ میرا عزیز ترین دوست تھا جس کی موت سے مجھے یہ دُنیا اُجاڑ بیابان نظر آتی ہے اور یہ زندگی ایک ناقابلِ برداشت بوجھ۔"

"تو پھر آپ یقیناً لوکاس ہوں گے۔ مارسلس آپ کا ذکرِ خیر بڑی محبت سے کیا کرتا تھا۔"

"ہاں۔ آپ نے درست سمجھا۔ ہم ایک دوسرے کے سچے اور مخلص دوست تھے۔ میں نے ایسے انتظامات کر لئے تھے کہ اُسے کبھی گرفتار نہ کیا جا سکے تاوقتیکہ وہ خود اپنے آپ کو قانون کے حوالے کر دے لیکن میری شومئی قسمت کہ وہ خود شہنشاہ کی نظروں کے سامنے آگیا اور میں اپنے اِن ہاتھوں سے اُسکو گرفتار کرنے پر مجبور ہو گیا۔ آہ! میں نے اُسی کو قید کی کوٹھری اور موت کی راہ دکھائی جسے میں دل سے چاہتا تھا۔" سنورینس نے کہا۔ "مارسلس کی موت یقیناً آپ کے لئے نہایت افسوسناک ہے مگر اُس کے لئے نہیں۔ اب وہ دُکھوں سے دُور اور ہمیشہ ابدی اطمینان اور جلال کی حالت میں رہے گا۔"

لوکاس بولا۔ "آپ درست کہتے ہیں۔ میں نے مسیحیوں کو پہلے بھی مرتا دیکھا ہے لیکن اِس سے پہلے میں کبھی اُن کے ایمان اور امید سے اتنا متاثر نہیں ہوا تھا۔ مارسلس کی موت فتح اور غلبے کی علمبردار تھی۔ وہ یوں مرا تھا گویا موت اُس کے لئے بے بیان مسرت اور برکت کا باعث ہو۔ آپ صحیح کہتے ہیں وہ یقیناً اُس کے لئے برکت کا باعث تھی جس طرح اُن سب

کے لئے جو اُس تاریک تہ خانوں میں دفن ہیں جہاں ہم رہنے پر مجبور ہیں۔ میری آرزو ہے کہ مارسلس کی خاک کو بھی اُن سارے ایماندار وں کے ساتھ دفن کروں۔ کیا آپ اپنے فیصلے پر نظر ثانی کر سکتے ہیں؟"

"محترم سینور ریس، تقدیر نے میرے ہاتھ باندھ دیئے اور میں چاہتے ہوئے بھی اُس کے لئے کچھ نہ کر سکا۔ اِس لئے میری تمنا ہے کہ میں اِس امر کی کچھ حد تک تلافی کرنے کے لئے اُس کی خاک کو آخری اعزازات کے ساتھ اپنے شاندار خاندانی مزار میں دفن کروں۔ جہاں میں آنسو بہا کر اپنے غم کو کسی قدر کم کر سکتا ہوں۔"

"لیکن لوکلس آپ کا کیا خیال ہے؟ کیا آپ کا دوست اپنے جنازے کے لئے مسیحی رسومات پسند نہ کرے گا۔ اور یہ خواہش نہ کرے گا کہ اُس کی آرام گاہ اُن شہیدوں کے ساتھ ہو جن کے ساتھ اُس کا نام ہمیشہ کے لئے منسوب ہو گیا ہے!" لوکلس تھوڑی دیر کے لئے سوچ میں پڑ گیا اور قدرے توقف کے بعد بولا

"اُس کی خواہشات کے متعلق شک کی گنجائش نہیں۔ لازم ہے کہ میں اُن کا احترام کروں۔ لہٰذا میں اُس کی خواہشات کی خاطر اپنے ارادے کو ترک کرتا ہوں۔ آپ اِس خاکدان کو لے لیں لیکن میں اُس کی رسم جنازہ پر حاضر ہونے کا خواہش مند ہوں۔ کیا آپ ایسے سپاہی کو جسے آپ فقط دشمن کی حیثیت سے جانتے ہیں اپنی پناہ گاہ میں داخل ہونے اور عبادتی رسوم کو دیکھنے کی اجازت دے سکتے ہیں؟"

"جس طرح ہم نے مارسلس کا خیر مقدم کیا تھا اُسی طرح آپ کا بھی خیر مقدم کیا جائے گا۔ اور ممکن ہے ہمارے درمیان جا کر آپ بھی وُہی

برکت حاصل کرلیں جو اُسے ہوئی تھی۔"

"نہیں نہیں۔ مجھ سے اِس قسم کی توقع کرنا عبث ہے۔ میں مارسلس سے بہت مختلف ہوں۔ یہ عین ممکن ہے کہ میں آئندہ آپ لوگوں کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھنے لگوں یا مہربانی سے پیش آؤں لیکن میں کبھی مسیحیت کو اختیار نہیں کرسکتا۔"

"خیر آپ اپنے دوست کے جنازے کی رسوم میں شریک ہوسکتے ہیں۔ کل ہمارا قاصد آپ کو بلانے کے لئے آئے گا۔"

لوکلس نے اثبات میں سر ہلایا اور نہایت احتیاط سے خاکدان اُس کو تھما دیا۔ پھر وہ اُسے خیرباد کہہ کر افسردہ خاطر اپنی رہائش گاہ کی طرف چل دیا۔

دوسرے دن لوکلس قاصد کے ساتھ وہاں جا پہنچا جہاں اُس نے مسیحیوں کی جماعت کی۔ رہائش گاہ کو دیکھا جس کے متعلق مارسلس کے بیان نے اُسے پہلے واضح تصور دے رکھا تھا، نیز یہ کہ اُنہیں وہاں کیسی کیسی مشکلات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

جنازے کی عبادت شروع ہوئی تو موقع کے مطابق آیات کی تلاوت نہایت غمناک آواز میں کی گئی۔ مدھم روشنی والے اِس تہ خانے میں اُنکا ماتم اور واویلا اِس امر کو ظاہر کرتا تھا کہ کسی اور بھائی کو سپردِ خاک کیا جارہا ہے۔ لیکن جلد ہی یہ اندوہناک نوحہ ختم ہوا اور وہ ایک گیت گانے لگے جس میں اگلے جہان میں خداوند کے حضور حاضر رہنے اور ابدی آرام کی تابناک اُمید کا ذکر تھا۔

اس کے بعد سنہوریئس نے ایک طویل خطبہ دیا جس میں زندگی کا کلام تھا

بڑے احترام سے ہاتھ میں لے لیا اور نہایت سنجیدگی سے بآوازِ بلند وہ حصہ پڑھا جو ہر پشت اور ہر حال میں مسیحیوں کو نہایت عزیز رہا ہے اور جو انہیں موجودہ ایذارسانی کو بھول کر جی اُٹھنے کی حوصلہ افزا اُمید دلاتا ہے۔ اُس کے بعد اُس نے آسمان کی طرف اٹھا کر آسمانوں کے خدا کے حضور دُعا میں اپنی آوازِ بلند کی جس میں خدا کا شکر بھی ادا کیا جس نے درمیانی مسیح کے وسیلے انہیں موت پر فتح بخش کر ابدی زندگی عطا کی تھی۔

ماتم کرنے والوں کی جماعت میں لوکس کا پیلا اور اُداس چہرہ بڑا نمایاں نظر آرہا تھا۔ گو وہ مسیحی نہیں تھا ہم وہ اُن کے رُوح پرور عقائد کی قدر کر سکتا تھا اور خوف و تحسین کے ملے جلے جذبات کے ساتھ اُن کی بلند امیدوں کے بیان کو سن سکتا تھا۔ عبادت کے آخر میں لوکلس ہی کو یہ شرف حاصل ہوا کہ وہ خاکدان کو مارسلس کی آخری آرام گاہ میں ٹکائے اور اُسی کی آنکھیں وہ انسانی آنکھیں تھیں جنہوں نے مارسلس کے بچے کھچے لقیہ پر آخری نگاہ ڈالی؛ اور اُسی کے ہاتھوں نے اُس کی قبر پر وہ پتھر نصب کیا جس پر اُس کا نام اور کتبہ درج تھا۔

جنازے کی کارروائی ختم ہونے پر جب وہ اپنے گھر گیا تو قطعی بدلا ہوا شخص تھا۔ انتہائی رنج و غم اور ذہنی کوفت نے اُس کی طبیعت کی فطرتی بشاشت کو یکسر ختم کر دیا تھا تاہم اُس نے درست کہا تھا کہ وہ مسیحی نہیں ہوگا۔ اُس کے دوست نے بلاشبہ اُسے غم سے بھر دیا تھا لیکن اُس کے دل نے اپنے گناہ پر کوئی افسوس یا پشیمانی محسوس نہ کی اور نہ اُس کے دل میں حق اور زندہ خدا کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی خواہش

پیدا ہوئی۔ اس غم کا نتیجہ فقط یہ ہوا کہ دنیا کی خوشیوں اور مسرتوں سے محظوظ ہونے کی صلاحیت اُس میں سے مفقود ہو گئی تھی مگر اُس نے اپنے لئے کسی اور خوشی کو تلاش کرنے کی سعی نہ کی۔

اُس کے دوست کی یاد نے ایک مثبت اثر جو اُس پر کیا تھا وہ یہ تھا کہ جن غریب اور مظلوم لوگوں کے ساتھ اُس کا تعلق رہا تھا لوکلس اُن سے ہمدردی کرنے لگا۔ کیونکہ اُس نے دیکھا تھا کہ روم کے اس عظیم شہر میں اگر کوئی نیکی اور خوبی باقی تھی تو وہ ان اچھوت اور شہر بدر لوگوں کی ملکیت تھی۔ اِن جذبات کی وجہ سے وہ اُن کی مدد کئے بغیر نہ رہ سکا۔ چنانچہ مدد کا جو وعدہ اُس نے مارسلس کے ساتھ کیا تھا وہ اُس کے ساتھیوں کے ساتھ نبھاتا رہا۔

اُس کے سپاہی اولاً تو مسیحیوں کو گرفتار ہی نہ کرتے تھے اور اگر وہ ایسا کرتے تو کسی نہ کسی بہانے اُن کے لئے راہِ فرار مہیا کر دی جاتی تھی۔ اُس کا بلند مرتبہ، کثیر دولت اور لامحدود اثر و رسوخ سب مسیحیوں کی بہبود کے لئے استعمال ہو رہے تھے۔ اُس کا ایوان اُن کے لئے یقینی امداد گاہ اور جائے پناہ تھی اور وہ اُن کی جماعت کی نگاہ میں اُن کا طاقت ور ترین انسانی دوست تھا جسے وہ سب بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

وقت گذرتا گیا اور حالات کے دھارے نے رُخ بدلا۔ مارسلس کی موت کے ایک برس بعد شہنشاہ ڈیسیئس کو حکومت سے معزول کر دیا گیا اور ایک نیا حکمران حکومت کرنے لگا جس کے آتے ہی ایذا رسانی بند کر دی گئی اور مسیحیوں کیلئے سلامتی بحال ہو گئی۔ اب وہ تہ خانوں سے

نکل کر دوبارہ شہر میں آکر آباد ہو گئے جہاں وہ بطور سابق دن کی روشنی سے لطف اندوز ہو سکتے تھے۔ اُن کی عبادت گاہوں سے دوبارہ خدائے بزرگ و برتر کی حمد و ثنا کی آواز بلند ہونے لگی اور دوبارہ انسانی کانوں میں گونجنے لگی۔ اس طرح مسیحی پھر شیطانی طاقتوں کے خلاف نہ ختم ہونے والی جنگ میں برسرِ پیکار ہو گئے۔

سال گذرتے گئے اور لوکلس میں کوئی خاطر خواہ تبدیلی نہ آئی حالانکہ ہنوریئس اب اُس کے ہاں مستقل طور پر قیام پذیر تھا۔ ہنوریئس کی زبردست خواہش تھی کہ لوکلس زندہ خدا کی سچائی کو جان جائے اور اُس نے اِس سلسلے میں بارہا اُس سے بات چیت بھی کی مگر وہ لوکلس کی تبدیلی کی خوشی کو دیکھنے سے محروم رہا اور لمبی عمر پاکر اُس کے گھر میں وفات پا گیا۔

اب لوکلس خود بھی جوانی کو پیچھے چھوڑ کر بڑھاپے کی دہلیز پر کھڑا تھا۔ سالہا سال سے اُس کا دل بجھا بجھا سا رہتا تھا۔ اُسے دُنیا کی کسی شے یا شغل سے دلچسپی نہ رہی تھی۔ دُنیا اُس کے لئے اپنی ساری دلکشی کھو چکی تھی۔ دولت، عزت اور اختیار و اقتدار سب اُسے ہیچ اور ناچیز نظر آتے تھے۔ اُس کی زندگی پر غم کی گھٹائیں چھائی ہوئی معلوم ہوتی تھیں تب خدا نے اُس پر اپنے رحم کی نگاہ کی۔ رُوح القدس کی قدرت سے اُس نے آخر کار حق کو پہچان لیا اور خداوند یسوع کے قدموں میں آگیا اور اُس کا دل خُدا کی محبت کی خوشی سے لبریز ہو گیا۔

ڈیسیئس بادشاہ کے عہد سے لے کر (جب مسیحی تنگ و تاریک خانوں میں پناہ گزین تھے) اب تک کئی صدیاں گزر گئی ہیں۔ آیئے شاہزادہ اپیان

پر کھڑے ہو کر قیصروں کے شہر روم پر نگاہ دوڑائیں۔
ہمارے سامنے مقبروں اور مزاروں کی لمبی قطار قدیم شہر تک چلی گئی ہے۔ یہ روم کے عظیم شرفاء کی آخری آرام گاہیں ہیں جو دولت، شان و شوکت اور اقتدار کو گویا قبر تک اپنے ساتھ لے گئے تھے۔
ہمارے قدموں کے نیچے زیرِ زمین اُن لوگوں کی سادہ اور بھدّی قبریں ہیں جنہیں زندگی میں معاشرے سے خارج کر دیا گیا تھا گویا وہ دوسروں کے ساتھ اُسی ہوا میں اکٹھے سانس لینے کے قابل نہ ہوں۔
لیکن اب کتنی بڑی تبدیلی آ چکی ہے! ہمارے گرد و پیش یہ ذلیشان مقبرے اور مزار کھنڈر بنے پڑے ہیں اور ہوا کے جھونکے اُنکی خاک اڑاتے ہیں۔ یہاں پر مدفون اشراف کے نام بھی اب لوگوں کو معلوم نہیں اور جس سلطنت کو فروغ دینے کے لئے وہ جد و جہد کرتے رہے وہ بھی نابود ہو چکی ہے اور وہ لشکر جن کو لے کر وہ ملکوں پر چڑھائی کرتے تھے زندہ ہونے کی کسی اُمید کے بغیر منوں مٹی کے نیچے پڑے ہیں۔
لیکن اِس کے برعکس وہ جن کو ستایا گیا اور جو زیرِ زمین محوِ آرام ہیں اُن کی یاد کے ساتھ خدا کی عالمگیر کلیسیا کو دلی عقیدت ہے اور آج لوگ اُن کی بھدّی قبروں کی زیارت کو اپنی سعادت جانتے ہیں اور وہ ایمان کی محافظت کا خاص کام جس میں اُنہوں نے اتنا بلند کردار ادا کیا ہمیں سونپا گیا ہے تاکہ مسیح کی آمدِ ثانی تک ہم اُسے جاری رکھیں۔
یاد رہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اچھوت قرار دے کر طرح طرح کی مصائب اُن پر نازل کی گئیں اور اُنہیں نفرت اور حقارت کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ تواریخِ عالم میں اُن کے نام مندرج ہوں یا نہ ہوں لیکن

کتابِ حیات میں اُن کے نام یقیناً قلمبند ہیں اور اِن عظیم ہستیوں کی بلاشبہ اُن لوگوں کے ساتھ رفاقت ہوگی جن کے متعلق کلام پاک میں یوں مرقوم ہے۔

"یہ وُہی ہیں جو اُس بڑی مُصیبت میں سے نکل کر آئے ہیں۔ انہوں نے اپنے جامے برّہ کے خُون سے دھوکر سفید کئے ہیں۔ اِسی سبب سے یہ خُدا کے تخت کے سامنے ہیں اور اُس کے مَقدِس میں رات دِن اُس کی عبادت کرتے ہیں۔ اور جو تخت پر بیٹھا ہے اپنا خیمہ اِن پر تانے گا۔ اس کے بعد نہ کبھی اُن کو بھُوک لگے گی نہ پیاس۔ اور نہ کبھی اُن کو دھوپ ستائے گی نہ گرمی۔ کیونکہ جو برّہ تخت کے بیچ میں ہے وہ اُن کی گلّہ بانی کرے گا اور اُنہیں آبِ حیات کے چشموں کے پاس لے جائیگا اور خدا اُن کی آنکھوں کے سب آنسو پونچھ دے گا۔"